امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 64/74 | مورخہ ۸رشعبان المعظم ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۹رفروری ۲۰۲۴ء روز سوموار | شمارہ نمبر: 08

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل، حکایات اہل دل
- زندگی کے بگاڑ کا سبب خوف خدا......
- اسلامی معاشرے میں مساجد کا وسیع کردار
- بہار میں معیاری اسکولی تعلیم
- علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا مقدمہ
- سید احمد شہیدؒ کی امتیازی خصوصیات
- اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، طب وصحت

بین السطور

شرط سلیقہ ہے ہر اک امر میں

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

سلیقہ کا مطلب کسی بھی کام کو نظم و ترتیب سے انجام دینا ہے، اگر یہ سلیقہ مجموعی طور پر کسی معاشرہ میں پایا جائے تو اسے عربی میں ''الذوق الاجتماعی'' سے تعبیر کرتے ہیں، اسے قرینہ، خوش اسلوبی اور ذوق کے متبادل کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے، میر تقی میر کا مشہور شعر ہے۔

شرط سلیقہ ہے ہر اک امر میں — عیب بھی کہنے کو ہنر چاہئے

ڈاکٹر کلیم عاجز بھی یاد آ گئے۔

بات چاہے بے سلیقہ ہو کلیم — بات کرنے کا سلیقہ چاہئے

وسیم بریلوی کی بھی سن لیجیے

کون سی بات کب کہاں کیسے کہی جاتی ہے — یہ سلیقہ ہو تو ہر بات سنی جاتی ہے

یہ سلیقہ مندی نظام و انتظام کی خوبی سے پیدا ہوتی ہے، یہ خوبی پوری دنیا کو اسلام کی دَین ہے کہ جو کام کیا جائے سلیقہ سے کیا جائے، خواہ کام چھوٹا ہو یا بڑا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سارے کاموں میں اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اسے سلیقہ سے کیا جائے ''ان اللہ تعالیٰ یحب اذا عمل احدکم ان ینقیہ'' (شعب الایمان، باب فی الامانات) حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے معارف القرآن میں سورۂ صافات کی ابتدائی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

''اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر کام میں نظم وضبط اور ترتیب وسلیقہ کا لحاظ رکھنا دین میں مطلوب اور اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو یا اس کے احکام کی تعمیل یہ دونوں مقصد اس طرح بھی حاصل ہو سکتے تھے کہ فرشتے صف باندھنے کے بجائے ایک غیر منظم بھیڑ کی شکل میں جمع ہو جایا کریں، لیکن اس بد نظمی کے بجائے بتا دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادا بہت پسند ہے'' (۴۱۷ر۷)

یہی وجہ ہے کہ عبادات، معاملات اور معاشرت تینوں میں سلیقہ مندی پر شریعت نے زور دیا، نماز میں صفوں کی ترتیب، درمیان میں خلا نہ چھوڑنا یہ بھی سلیقہ مندی کا مظہر ہے، جانور کو ذبح کرتے وقت کم سے کم تکلیف پہونچانا اور پورا سر نہ اتارنا، صرف مطلوبہ رگوں کو کاٹنے کا حکم سلیقہ سے ذبح کرنے کی غرض سے ہی دیا گیا ہے۔

مسلمانوں کے یہاں اس پر توجہ کم دی جا رہی ہے جس کی وجہ سے سلیقہ مندی یا تو ختم ہوتی جا رہی ہے یا کم ہو رہی ہے، حالاں کہ ہمارے یہاں تو دسترخوان بچھانے اور اٹھانے تک میں سلیقہ کی رعایت سکھائی گئی ہے، دسترخوان پر گرے ہوئے اجناس کو اٹھا کر کھا لینا، اپنے سامنے سے کھانا، چھوٹے چھوٹے لقمہ اٹھانا، خوب چبا چبا کر کھانا، دسترخوان پر اس کی رعایت کرنا کہ میرا بھائی مجھ سے زیادہ کھائے، مشروبات کے استعمال میں چسکی کی آواز نہ آنا، کھانا اٹھ جانے کے بعد دسترخوان سے اٹھنا، یہ سب سلیقہ مندی کے ذیل میں ہی آتے ہیں، حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے اپنے والد مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک بار وہ میاں اصغر حسین محدث کے مہمان ہوئے، کھانا ختم ہونے کے بعد حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ دسترخوان جھاڑ دوں؟ فرمایا کہ تمہیں دسترخوان اٹھانا آتا بھی ہے؟ فرمایا: اس میں کیا خاص بات ہے؟ ارشاد ہوا: تمہیں نہیں آتا، حضرت نے فرمایا: سکھا دیجئے، میاں اصغر حسین صاحب اٹھے، ایک پلیٹ لیا، دسترخوان پر روٹی کے بُرادے کو ایک طرف رکھا، گوشت کے چھیچھڑے کو دوسری طرف رکھا، روٹی کے بڑے ٹکڑے جو بچ گیے تھے اسے ایک طرف رکھا، ہڈی کو پلیٹ کے ایک کونے میں رکھا اور باہر نکل پڑے، ایک جگہ بُرادے کو، دوسری جگہ روٹی کے ٹکڑے کو تیسری جگہ ہڈی اور چوتھی جگہ روٹی کے پس ماندہ ٹکڑے کو الگ الگ رکھا، واپس آ کر دستر خوان اٹھا لیا، دریافت کرنے پر فرمایا کہ روٹی کے ذرات ہم نے چیونٹی کے سوراخ پر، ہڈی کتوں کے آنے کی جگہ، روٹی کے ٹکڑے پرندوں کی جگہ اور چھیچھڑے بلی کے آنے کی جگہ پر ڈال دیا ہے، یہ باقیات سب کی خوراک کے کام آئیں گے، ہڈی تو جناتوں کی بھی خوراک بنا کرتی ہے، اگر ایسے ہی دسترخوان جھاڑ دیتا تو باقیات ضائع ہو جاتے، سلیقہ کی وجہ سے کتنی مخلوقات کے کھانے کا نظم ہو گیا۔

ہمارے استاذ حضرت مولانا وحید الزماں کیرانویؒ کے کمرہ میں بعد نماز عصر چائے وائے کی مجلس لگتی تھی، حضرت خود ہی دسترخوان پر غذائی اشیاء لگاتے اور متوجہ کرتے کہ اس کو یہاں رکھنا چاہیے، چائے اس طرح پینی چاہیے کہ چُسکی کی آواز نہ نکلے، حضرت نستعلیق قسم کے آدمی تھے، ان کے شاگردوں میں جو جس قدر ان سے قریب رہا وہ اسی قدر سلیقہ مند بن گیا، حضرت کی سلیقہ مندی کا لازمی جزیہ بھی تھا کہ وہ آنے والے سے پورے کپڑے، کرتا، پائجامہ ٹوپی اور شیروانی کے ساتھ ملا کرتے، فرماتے کہ مہمان کے استقبال اور اکرام کا یہ سلیقہ ہے، گنجی وغیرہ میں مہمانوں سے ملاقات کرنا ملنے والے کی بد سلیقگی کو بتاتا ہے اور مہمان کو یہ موجب ہتک محسوس ہوتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ سلیقہ مندی سے سامنے والا متاثر ہوتا ہے اور کام جلد ہونے کی توقع رہتی ہے، گھر کو سجانے کے لیے گلدستے اور پھول ہی ضروری نہیں ہیں، سلیقہ مند عورتیں کھانا پکانے کے برتن اور چائے کی پیالی اور کیتلی سے بھی گھر کو سجا لیتی ہیں اور ''ناک میں فقط نیم کا ٹکڑا'' بھی حسن کو دوبالا کر سکتا ہے، لیکن اگر سلیقہ نہ ہو تو کام میں دشواری پیدا ہوتی ہے اور بسا اوقات کام رک جاتا ہے، مثلاً آپ کو کسی دفتر سے کوئی کاغذ نکلوانا ہے، آپ نے مطلوبہ کاغذ فراہم نہیں کیا، درخواست کی ترتیب الٹ کر نیچے لگا دیا، درخواست پر دستخط ہی نہیں کیا، یوں ہی چھوڑ دیا، سادہ کاغذ کا استعمال کر لیا، دستخط کی جگہ مہر لگا دیا، دستخط اور مہر لگا ہوا لیٹر پیڈ سادہ کسی کے حوالہ کر دیا، یہ سارے کام بد سلیقگی کے ہیں، اگر آپ نے دستخط کے بجائے نام کی مہر لگی ہوئی درخواست کسی کے حوالہ کر دیا تو ایسا ممکن ہے کہ وہ سادے لیٹر پیڈ پر آپ کی مہر لگا کر آپ کا استعفیٰ نامہ کمیٹی کے سامنے پیش کر دے اور آپ منہ دیکھتے رہ جائیں، چوں کہ لیٹر ہیڈ، مہر سب اصلی ہیں، ایسے میں آپ اپنے استعفیٰ کا انکار نہیں کر سکتے، اسی طرح اردو، ہندی میں پن لگانے کے قاعدے الگ الگ ہیں، ہندی، انگریزی کے صفحات بائیں کھلتے ہیں، اس لیے پن بائیں میں لگایا جاتا ہے اردو کی درخواست میں آپ نے بائیں پن کر دیا تو وہ داہنی طرف کھل ہی نہیں سکے گا، یہ بد سلیقگی کے ذیل میں آئے گا۔ آپ کہیں گے یہ بہت چھوٹی بات ہے، یقیناً چھوٹی ہے، لیکن شاعر نے کہا ہے۔

ایک تنکا حقیر ہے لیکن — وہ ہواؤں کا رخ بتاتا ہے

اسی طرح بعض کاغذات کے حصول کے لیے اصل کاغذات پیش کرنے ہوتے ہیں، اب اگر فوٹو کاپی لے کر آئے ہیں، تو یہ بد سلیقگی ہے اور خطرہ یہ بھی ہے کہ دوسرا کوئی جس کے پاس اصل کاغذات ہیں، آپ کے مطلوبہ کاغذات لے کر چلا جائے اور آپ کو فوٹو کاپی لے کر واپس جانا پڑے، اس لیے ہر ممکن سلیقہ برتیے، اپنے مطلوبہ کاغذ کے حصول کے لیے ضروری شرائط کی تکمیل کیجئے، آپ آسانی سے اپنے مطلوب تک پہونچ جائیں گے، جو کاغذات تیار کرنے ہیں، اسے جس دفتر سے کاغذ نکلوانے ہیں وہاں بیٹھ کر تیار نہ کریں، اسے گھر سے تیار کر کے لے جائیں اور خوب اچھی طرح دیکھ لیں کہ کوئی چیز چھوٹ تو نہیں رہی ہے، درخواست پر دستخط کا سلیقہ یہ ہے کہ اگر آپ مکڑی کے جالے کی طرح دستخط کرتے ہیں تو اس کے نیچے قوسین (برائکٹ) میں صاف صاف نام لکھیں، تاکہ اسے پڑھا جا سکے، دستخط کے نیچے خادم وغیرہ لکھنے کے بجائے اپنا عہدہ صاف صاف لکھیں۔

بعض کاغذات کو دوسروں کو اٹسٹیڈ کرنا ہوتا ہے، اٹسٹیڈ کرنے والے کا سلیقہ یہ ہے کہ وہ سامنے والے کے تمام کاغذات کو بغور دیکھ لے اس لیے کہ اس میں کسی قسم کی کمی کی وجہ اس کی بد سلیقگی اور بے اعتنائی کو قرار دیا جا سکتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس سے باز پرس بھی ہو جائے کہ آپ نے سادے کاغذ پر تصدیق کیوں کر دی، اور مطلوبہ کاغذات کی جانچ کیوں نہیں کی، اس کا مطلب ہے کہ آپ کی تھوڑی سی توجہ اور سلیقہ مندی سے آپ کا کام جلد ہو سکتا ہے، آسانی سے ہو سکتا ہے اور آپ بہت سارے خطرات سے بچ سکیں گے۔ خوب یاد رکھیے بد سلیقگی سے پریشانیاں بڑھتی ہیں، سرکاری دفاتر میں ہر کام رشوت کی ہی وجہ سے نہیں رکتا، آپ کی بد سلیقگی کا بھی اس میں بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔

اچھی باتیں

''اگر کچھ سیکھنا ہے تو خاموش رہنا سیکھیے، لفظوں کے تو ہزاروں مطلب نکلتے ہیں ☆ ہر انسان اپنی زبان کے پیچھے چھپا ہوا ہے اگر اسے سمجھنا ہو تو بولنے دو ☆ جب دشمن راز سے واقف ہو جائے تو سمجھ لیجئے کہ دوستوں میں کوئی منافق آ گھسا ہے ☆ بھائیوں پر کیے گیے احسانات کا تذکرہ اپنی بیوی کے سامنے نہ کریں، ورنہ آپ مضبوط بازو کے سہارے سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے ☆ گھر کی چٹائی اسپتال کے بیڈ سے بہتر ہے اور رزق کی تنگی سانس کی تنگی سے بہتر ہے ☆ زندگی میں ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب دل کی خوشی صرف لوگوں سے کنارہ کش رہنے میں ملتی ہے ☆ بھوک بہت وزنی ہوتی ہے اس کے نیچے دب کر علم، حکمت عقل اور دانش سب کے سب مر جاتے ہیں۔ (حاصل مطالعہ ومشاہدہ)

بلا تبصرہ

''سیاست کے بھی کچھ اصول ہیں، بلکہ اس میدان کے لیے قوانین بھی موجود ہیں، دونوں ہی مختلف ہیں، اصولوں سے ہمیں سیاست کے آداب سیکھنے کا موقع ملتا ہے، بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ سیاست میں رائج شدہ اصولوں کی خلاف ورزی کر کے انہیں نیچا دکھایا جاتا ہے اور خود ساختہ اصول گڑھ لیے جاتے ہیں، مثال کے طور پر سیاسی پارٹی تبدیل کرنے پر قانون کی پکڑ سے بچنے کے لیے ایسے مذموم ہتھکنڈے استعمال کیے جاتے ہیں، جن سے اس رجحان میں مزید اضافہ ہوتا ہے، سیاست کے اس کھیل میں امپائر بھی یک طرفہ فیصلہ کر سکتا ہے، ایسے کئی واقعات ہیں، جن میں اسپیکر بذات خود کھیل میں شریک تھے۔ (پی چدمبرم، انقلاب ۱۳رفروری ۲۰۲۴ء)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

نہ مایوس ہوئیے، نہ ہمت ہاریئے

ارشاد ربانی ہے کہ ”اے نبی! آپ کہہ دیجئے اے میرے بندو! جو اپنے آپ پر زیادتی کر گزرے ہیں، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں، اس میں شک نہیں کہ وہ بے حد معاف کرنے والے اور بڑے مہربان ہیں“ (سورہ الزمر، آیت: ۵۳)

مطلب: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ماں باپ سے بھی زیادہ شفیق و مہربان ہے، اگر کوئی بندہ نادانی و تساہلی میں کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے اور بعد میں اس کو یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم سے یہ عمل خلاف شریعت سرزد ہوگیا ہے، پھر وہ صدق دل سے توبہ واستغفار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمتوں کی چادر میں ڈھانپ لیتا ہے اور اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے، قرآن مجید نے اسی پس منظر میں یہ مژدہ سنایا کہ جو لوگ ایمان و یقین کی نعمت سے محروم تھے اور نادانی میں بڑے بڑے گناہ کر بیٹھے، اب جبکہ وہ ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے اور انہیں اپنے ماضی کے کرتوتوں پر شرمندگی کا احساس بھی ہے اور ندامت کے آنسو بھی بہا رہے ہیں تو وہ یہ بات یاد رکھیں کہ اللہ اتنے کریم اور عظیم مغفرت والے ہیں کہ اللہ ان کے توبہ واستغفار کو قبول فرما کر ان کے سب گناہ کو معاف فرما دیں گے، چاہے وہ گناہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہو، یہیں سے معلوم ہوا کہ مایوسی دل شکستگی اور قنوطیت کی اسلام میں قطعاً گنجائش نہیں ہے اور مومن کو تو کبھی بھی اس کا شکار نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اسے ہمیشہ اللہ کی رحمت کا امیدوار بنا رہنا چاہئے، البتہ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ مایوسی کے مختلف اسباب ہوتے ہیں، کبھی لوگوں میں مایوسی خواہشات نفس کی عدم تسکین کے باعث پیدا ہوتی ہے اور کبھی دوسروں سے بے جا توقعات رکھنے اور خلاف توقع ہونے کے سبب مایوسی ہوتی ہے، لیکن اس حقیقت کو جان لینا چاہئے کہ دنیا میں ہر چیز اور ہر انسان ہمارے پابند نہیں ہوتے، بسا اوقات ناموافق حالات پیش آتے ہیں، اس لئے اس میں اپنی کامیابی اور ناکامی دونوں کے امکانات کو مدنظر رکھنا چاہئے، جب انسان اپنی ناکامی کے اسباب کو بھی مدنظر رکھے گا تو اس کی خواہش کی شدت میں نمایاں کمی واقع ہوگی۔

لہذا اس دنیا میں آدمی کو یہ کرنا ہے کہ وہ ناموافق حالات کو دیکھ کر مایوس نہ ہو اور نہ شکوہ شکایت اور احتجاج میں اپنا وقت ضائع کرے، بلکہ حکمت و تدبر سے نئی منصوبہ بندی کے ساتھ نشان منزل کو طے کرے، کیونکہ جو کام پختہ عزم و ارادے اور عزم و استقلال سے انجام دیئے جائیں اور اس کے لئے ضروری وسائل مہیا کئے جاتے ہیں ایک نہ ایک دن کامیابی قدم چومتی ہے، اگر حوصلہ نہ ہو تو طاقت ور آدمی بھی کمزور اور مغلوب ہو کر مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے، لہذا اپنے حوصلہ کو بلند رکھئے، بے جا خواہشات کو قابو میں رکھئے اور ہر کس و ناکس سے حد درجہ توقعات سے گریز کیجئے، ان شاء اللہ مایوسی کے بادل خود بخود چھٹ جائیں گے اور آپ ترقی و خوشحالی کی طرف گامزن ہوں گے۔

شب برأت-خیر و برکت والی رات

”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”شعبان شھری و رمضان شھر اللہ“ شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے۔

وضاحت: شعبان المعظم کا مہینہ سایہ فگن ہے، یہ بڑی خیر و برکت والا مہینہ ہے، اس ماہ کی نسبت کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ میرا مہینہ ہے اور اس کے بعد والا مہینہ رمضان المبارک کا مہینہ، اللہ کا مہینہ ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے استقبال میں ماہ شعبان میں کثرت سے روزے رکھتے تھے، حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضورؐ کو شعبان سے زیادہ کسی اور مہینہ میں روزہ رکھتے نہیں دیکھا، اس ماہ کی ۱۵؍ویں شب جس کو شب برأت کہتے ہیں اس کی متعدد فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، گرچہ اس باب کی بہت سی حدیثیں ضعیف ہیں لیکن مختلف طرق اور سندوں سے وارد ہونے کی وجہ سے محدثین نے فضیلت کے باب میں قابل عمل قرار دیا، چنانچہ اس رات کی فضیلت بیان کرتے ہوئے اللہ کے رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں اپنی مخلوق پر خصوصی توجہ فرماتے ہیں، عبادت و ریاضت اور ذکر و تلاوت میں مشغول رہنے والے مومن بندے کے جائز مقاصد کو پوری کرتے ہیں، اس کے گناہ کو معاف کرتے ہیں اور رزق میں برکت عطا فرماتے ہیں، ایک دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پندرہویں شعبان کی شب میں آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے، اس شب میں ہر گنہگار کی بخشش ہوتی ہے، البتہ مشرک اور بغض رکھنے والے کینہ پرور کی بخشش نہیں ہوتی (بیہقی) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا بندگی اور عبودیت کے خلاف ہے، اس لئے مشرک کی بخشائش نہیں ہوگی، اسی طرح بغض و کینہ رکھنے والے رحمت خداوندی سے محروم رہیں گے، علامہ سلیمان ندویؒ نے لکھا کہ دین دو چیزوں سے عبارت ہے، اللہ کا حق اور بندوں کا حق، جب تک شرک رہے گا اللہ کا کوئی حق ادا نہیں ہوسکتا، اسی طرح جن دو آدمیوں میں کینہ رہے گا ان میں سے کوئی ایک دوسرے کا حق ادا نہ کر سکے گا، غرض جس طرح شرک حق اللہ سے مانع ہے، بغض و کینہ حق العباد سے باز رکھتا ہے اور انہیں دونوں حقوق سے عہدہ برآ ہونا جنت کی کنجی ہے (سیرۃ النبی) لہذا اس مبارک رات میں ان دونوں رذائل سے پاک ہو کر جس قدر عبادت ہو سکے کرنی چاہئے اور خیر و برکت کے حصول میں کسی قسم کی تساہلی اور تغافل سے کام نہ لینا چاہئے اور ایسا کوئی عمل نہیں کرنا چاہئے جس سے اجر و ثواب سے محرومی کا باعث ہو، بہت سے لوگ آتش بازی کرتے ہیں، حلوے بناتے ہیں، بزرگوں کے نام سے فاتحہ خوانی کراتے ہیں اور نہ جانے کیا کیا حرکتیں کرتے ہیں، اس طرح کی سماجی برائیوں کو معاشرے سے ختم کیجئے، ان کاموں پر روپے خرچ کرنا اسراف و فضول تو ہے، یہ بدعت بھی ہے، مسلمانوں کو ان چیزوں سے بالکلیہ گریز کرنا چاہئے، یہ رات و دن اس لئے دیئے گئے ہیں کہ ان میں عبادت کر کے زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کیا جائے اور نامہ اعمال کو وزنی بنایا جائے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

کیا شب برات میں عبادت بدعت ہے؟

س: شعبان کی پندرہویں رات کی فضیلت حدیث سے ثابت ہے یا نہیں، کچھ لوگ اس رات کی عبادت کو بدعت قرار دیتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

ج: پندرہویں شعبان کی رات ”شب برات“ کی فضیلت میں متعدد حدیثیں آئی ہیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب پندرہویں شعبان کی رات آئے تو اس میں عبادت کرو اور دن میں روزہ رکھو، کیونکہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت بندوں کی جانب متوجہ ہوتی ہے اور آواز دی جاتی ہے کہ ہے کوئی مغفرت کا طلبگار کہ میں اس کی مغفرت کروں، ہے کوئی روزی کا طلبگار کہ میں اس کو روزی دوں، ہے کوئی مصیبت زدہ کہ میں اس کی مصیبت دور کروں، اس طرح کا اعلان صبح صادق تک ہوتا رہتا ہے“۔ (سنن ابن ماجه، ص: ۱۰۰، باب ماجاء فی لیلة النصف من شعبان)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب میں قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں۔

”ان اللہ عز وجل ینزل لیلة النصف من شعبان الی سماء الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعر غنم کلب“ (سنن ترمذی: ۱/۹۳، ابن ماجه، ص: ۱۰۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک دوسری روایت ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا تذکرہ ہے آپ کا سجدہ اتنا لمبا ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اندیشہ ہوگیا، انہوں نے آپ کے پاؤں کے انگوٹھے کو حرکت دی، آپ نے حرکت فرمائی، نماز سے فراغت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ کون سی رات ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شعبان کی پندرہویں شب ہے، اس رات میں اللہ تعالیٰ بندوں کی جانب خصوصی توجہ فرماتے ہیں، بخشش طلب کرنے والوں کی مغفرت فرماتے ہیں، رحم مانگنے والوں پر رحم کرتے ہیں اور کینہ پروروں کو اپنی حالت پر چھوڑ دیتے ہیں۔

”أتدری أی لیلة ھذہ؟ قالت: اللہ و رسوله اعلم، قال: ھذہ لیلة النصف من شعبان فیغفر للمستغفرین ویرحم للمسترحمین ویوخر اھل الحقد کما ھم، رواہ البیھقی، وقال ھذا مرسل جید ویحتمل ان یکون العلاء اخذہ من مکحول“ (تحفة الاحوذی: ۳/۳۶۵)

پندرہویں شعبان کی رات میں عبادت کی فضیلت کے سلسلہ میں کئی حدیثیں وارد ہیں اگرچہ وہ ضعیف ہیں لیکن مختلف طرق سے مروی ہونے کی وجہ سے ان میں قوت آ گئی ہے اور ان پر عمل کرنا درست ہے:

”الاحتجاج فی الاحکام بالخبر الصحیح مجمع علیه و کذالک بالحسن لذاته عند عامة العلماء وھو ملحق بالصحیح فی باب الاحتجاج وان کان دونه فی المرتبة، والحدیث الضعیف الذی بلغ بتعدد الطرق مرتبة الحسن لغیرہ ایضا مجمع علیه“ (مقدمة الشیخ عبد الحق الدھلوی رحمه اللہ تعالیٰ علی مشکوۃ المصابیح: ۶)

مشہور عالم دین حضرت مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ ترمذی شریف کی شرح تحفۃ الاحوذی میں لکھتے ہیں کہ شعبان کی پندرہویں شب کی فضیلت کے سلسلہ میں جو روایات منقول ہیں ان کا مجموعہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس رات کی کچھ نہ کچھ اصل ضرور ہے:

”اعلم أنه قد ورد فی فضیلة لیلة النصف من شعبان عدة احادیث مجموعھا یدل علی ان لھا اصلا“ (تحفة الاحوذی: ۳/۳۶۷)

پھر اس سلسلہ کی تقریباً چھ احادیث متعدد کتب اور مختلف راویوں کے حوالہ سے لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ان احادیث کا مجموعہ ان لوگوں کے خلاف حجت ہے جن کا دعویٰ یہ ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب کی فضیلت کے سلسلہ میں کوئی حدیث نہیں ہے۔

”فھذہ الاحادیث بمجموعھا حجة علی من زعم انه لم یثبت فی فضیلة لیلة النصف من شعبان“ (تحفة الاحوذی: ۳/۳۶۴–۳۶۷)

لہذا اس رات کی عبادت کو بدعت قرار دینا اور اس کی فضیلت کو مسترد کر دینا قطعاً صحیح نہیں ہے، البتہ اس رات میں عبادت کا کوئی خاص طریقہ کتاب و سنت سے ثابت نہیں ہے، جو بھی چاہے بلا کسی مخصوص ہیئت، نمائش یا رسم کے انفرادی طور پر ذکر و تلاوت، عبادت و استغفار اور دعاء و مناجات کے ذریعہ اپنے رب کی رضا اور قرب حاصل کر سکتا ہے۔

قبروں پر موم بتی اور اگربتی جلانا

س: شب برات میں قبروں پر موم بتی اور اگربتی جلائی جاتی ہے شرعاً کیا حکم ہے؟

ج: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر چراغ روشن کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے، لہذا شب برات ہو یا کوئی اور رات قبروں پر موم بتی، اگربتی وغیرہ جلانا صحیح نہیں ہے، اس سے بچنا ضروری ہے:

”عن ابن عباس رضی اللہ عنه قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم زائرات القبور والمتخذین علیھا المساجد والسرج“ (ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب فی زیارة النساء القبور: 3236) ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب
پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلدنمبر 64/74 شمارہ نمبر 08 مورخہ ۸ رشعبان المعظم ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۹ رفروری ۲۰۲۴ء روز سوموار

غیرت: ایک اچھی انسانی صفت

غیرت انسان کے ان اوصاف میں ہے، جو ہر ایک کے نزدیک پسندیدہ ہے، غیرت کی وجہ سے بہن، بیوی، بیٹی، ماں اور وطن تک کی عزت وآبرو کا تحفظ ہوتا ہے، یہ غیرت محبت کی بنیاد پر ہوتی ہے، جس سے جتنی محبت ہوتی ہے، آدمی اس کے سلسلے میں اتنا ہی باغیرت ہوتا ہے، مسلمانوں کو اپنی جان، عزت وآبرو، ماں باپ سب سے زیادہ محبت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی ہے، یہ ہمارے دین وایمان کا حصہ ہے، جب تک کسی کی محبت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ نہ ہو کوئی انسان کامل مسلمان نہیں ہوسکتا، محبت رسول کے سلسلے میں قرآن کریم اور احادیث رسول میں واضح ہدایات موجود ہیں اور ان کا تقاضہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کوئی بھی گستاخی کرتا ہے تو اسے سخت سزا ملنی چاہیے، کسی خاص پارٹی سے نکال کر اسے تحفظ فراہم کرنا اس کے جرم کی سزا نہیں ہے، نفرت پھیلانے اور مسلمانوں کی دلآزاری کے جرم میں ہندوستان کے موجودہ قوانین میں جو سزا ہے وہ بھی دی جاتی تو غصہ کچھ ٹھنڈا ہوتا، لیکن اب غصہ کی یہ آگ ہندوستان کے ساتھ مسلم ممالک تک پھیل گئی ہے، یہ ہماری غیرت کا تقاضہ ہے کہ ہم ناموس رسالت کے تحفظ اور امہات المومنین کے تقدس کی بقا کے لیے ہندوستانی قانون کے دائرہ میں جو کچھ کر سکتے ہوں کریں، ہمیں حکومت کو یہ باور کرانا چاہیے کہ ہم سب کچھ برداشت کرتے رہے ہیں، لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ہے کہ ہم اس کو کسی بھی حال میں برداشت نہیں کر سکتے، یہ معاملہ ایسا ہے جس پر ہم صبر کر ہی نہیں سکتے، حکومت جتنی جلدی اس بات کو سمجھ لے ملک کے حق میں بہتر ہوگا، یہ تو رہی نبی صلی اللہ علیہ کی محبت اور غیرت کی بات، بے غیرت انسان کو ان چیزوں کی فکر نہیں ہوتی، کسی کے ساتھ کچھ نازیبا سلوک ہو جائے، کسی کی عزت وآبرو داؤ پر لگ جائے، بے غیرت انسان کی پیشانی پر بل نہیں آتا، اور وہ ہر حال میں جو کچھ ہے اور جیسا کچھ ہے، قبول کرتا رہتا ہے، لیکن باغیرت انسان، خاندان اور ملک وملت کی عزت کو بٹہ لگتا نہیں دیکھ سکتا، اور اس کے بس میں جو کچھ ہوتا ہے کر گذرتا ہے، اس معاملہ میں عربوں کی غیرت وحمیت ضرب المثل رہی ہے، مشہور ہے کہ ایک میاں بیوی کا جھگڑا مہر کی رقم کی مقدار پر ہوگیا، معاملہ قاضی کے پاس گیا، قاضی نے گواہ طلب کیا اور گواہ نے یہ شرط لگائی کہ پہلے عورت کا حجاب اتارا جائے؛ تاکہ میں اس کا چہرہ دیکھ کر بتاؤں کہ یہی عورت ہے، جس کے نکاح میں، میں موجود تھا، بس اتنی بات پر شوہر کی غیرت جاگ اٹھی، وہ اس بات کو برداشت نہیں کر سکا کہ اس کی بیوی کا چہرہ غیر مرد دیکھے، اس نے کہا: قاضی صاحب یہ نہیں ہوسکتا، میری بیوی جتنے مہر کا دعویٰ کر رہی ہے میں اس کو دوں گا، لیکن کوئی دوسرا اس کا چہرہ دیکھے یہ میرے لیے ناقابل برداشت ہے، بیوی نے شوہر کی یہ غیرت وحمیت دیکھی تو اس نے سارا مہر قاضی کو گواہ بنا کر ہی معاف کر ڈالا اور دونوں ہنسی خوشی گھر آگیے، غیرت کے اس قسم کے بہت سارے واقعات سے کتابیں بھری ہوئی ہیں۔

آج بھی انسانوں میں غیرت باقی ہے، وہ اپنے خاندان کی عزت کے لیے سب کچھ داؤ پر لگا دیتا ہے، اور معاملہ قتل وخوں ریزی تک جا پہونچتا ہے، ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ غیرت کے حوالے سے کچھ اور باتیں کی جائیں آپ کو یاد ہوگا کہ پاکستانی ماڈل قندیل بلوچ کے بارے میں یہ خبر آئی تھی کہ اس کے بھائی نے اس کی بے راہ روی کو دیکھ کر اس قندیل کو ہی بجھا دیا جو کبھی عمران خان سے شادی کی خواہش ظاہر کرتی، کبھی اس کے اندر شاہد آفریدی کی قربت کی بھوک جاگتی اور کبھی ورلڈ کپ چمپین پاکستان کے بننے پر برہنہ ناچنے کا اعلان کرتی، اس کی غلط حرکت اور اعلانات سے پورے خاندان کو شرمندگی اٹھانی پڑ رہی تھی، چنانچہ اس کے بھائی نے فوزیہ عظیم عرف قندیل بلوچ کو قتل کر دیا۔

غیرت کے نام پر قتل یا تشدد کے واقعات ہندوستان میں بھی وقوع پذیر ہوئے ہیں، پاکستان میں اس کا تناسب بہت ہے، اعداد وشمار کے حوالہ سے دیکھیں تو پاکستان میں ۱۹۹۹ء سے ۲۰۰۴ء تک چار ہزار، ۲۰۰۵ء میں ایک ہزار، ۲۰۰۷ء میں انیس سو ستاون افراد غیرت کے نام پر قتل کیے گیے، اقوام متحدہ کی رپورٹ پر اعتماد کریں تو معلوم ہوگا کہ ہر سال پانچ ہزار خواتین اس غیرت کے نام پر موت کے گھاٹ اتار دی جاتی ہیں، جبکہ بی بی سی کی رپورٹ اس سے چار گنا زیادہ یعنی بیس ہزار کی ہے، ان میں زیادہ تر خواتین ہوتی ہیں؛ مگر مردوں کے قتل کے واقعات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔

یہ حالات کیوں پیدا ہوئے ہیں؟ اور ہمارے لڑکے لڑکیاں غیرت وحمیت، حیا وشرم کی چادر اتار کر بے غیرتی اور بے حیائی پر کیوں اتر آتی ہیں، اس کے اسباب کا جائزہ بھی لینا ضروری ہے، آج صورت حال یہ ہے کہ ثقافت اور کلچر کے نام پر ہمارے تعلیمی اداروں میں ناچ گانے عام ہیں، چھوٹی چھوٹی بچیوں کو اسٹیج پر ناچنے کی مشق شروع سے ہی کرائی جاتی ہے، موسیقی کی دھنوں اور گانے کے بول پر ان کے پاؤں تھر کنے لگتے ہیں، اسکولوں میں جو یونی فارم بچیوں کو دیا جا رہا ہے، وہ ٹخنے سے اوپر تک کا اسکرٹ ہے، یہ کبھی کبھی اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ آگے جھکنے کی شکل میں پیچھے سے بے پردگی ہو جاتی ہے، یہی حال لڑکوں اور نوجوانوں کے پینٹ کا ہے، عموماً مسجدوں میں یہ نظارہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ سجدے میں جانے کے بعد ستر پیچھے سے کھل جاتا ہے، نماز پر اس کا اثر پڑتا ہے یا نہیں، اس بحث سے قطع نظر دیکھیں تو بھی یہ کیسی بے شرمی کی بات ہے، اس کے علاوہ عصری تعلیمی اداروں میں مہمانوں کا استقبال کرنے کے لیے جوان لڑکیوں کو کھڑا کیا جاتا ہے، گلدستہ اور بوکے پیش کرنا ہو تو عورتوں اور لڑکیوں کا انتخاب کیا جاتا ہے، بعض اداروں میں بھی اب اس قسم کے مناظر دیکھنے کو مل رہے ہیں، معزز مہمانوں کو ان کی نشست گاہ تک لے جانے کے لیے بھی خواتین اور لڑکیوں کا ہی استعمال کیا جاتا ہے اور اسے عزت افزائی کا بڑا ذریعہ سمجھا جاتا ہے، یہ تو گھر سے باہر کا ماحول ہے، گھر کے اندر ڈش انٹینا کے ذریعہ پھیلائی جا رہی فحاشی موبائل اور انٹرنیٹ پر ہزاروں فحش صفحات، فحش ویڈیو کلپ یہ سب مل کر ہمارے لڑکے لڑکیوں سے حیا کی چادر اتروا دیتے ہیں، اس کے علاوہ ماڈلنگ کی چکا چوندھ، کپڑے چھوٹے کر کے اور اتار کر زیادہ کمانے کی ہوس بے غیرتی کے دلدل میں دھنسنے پر مجبور کر دیتی ہے، اب اگر بھائی، باپ ماں اور گھر کے دوسرے لوگوں میں غیرت وحیا باقی ہے تو ان کے لیے یہ سوہان روح ہوتا ہے، اپنے بچیوں کی حرکات وسکنات سے وہ گھٹن محسوس کرتا ہے، سماج میں اس کی بے وقعتی ہوتی ہے، اس پر آوازے کسے جاتے ہیں، ان سب کا اثر کبھی کبھی غیرت وحمیت کے نام پر قتل کی شکل میں سامنے آتا ہے۔

برصغیر ہند وپاک کے تناظر میں دیکھیں تو ان ممالک کے اپنے قوانین ہیں، تعزیرات کی اپنی دفعات ہیں اور ان میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے، یوں بھی قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا کسی طور درست نہیں ہے۔ لیکن ہم ان اسباب وعلل کو دور کرنے کے لیے کام کر سکتے ہیں اور اس میں کہیں بھی قانون رکاوٹ نہیں ہے، اس لیے غیرت کے نام پر انتہا پسندی کے بجائے ہمیں سماج میں ایک ایسا ماحول بنانا چاہیے اور تعلیمی اداروں سے لے کر گھر تک ایسا تربیتی نظام پروان چڑھانا چاہیے کہ حیا، غیرت وحمیت ہماری زندگی کا لازمی حصہ بن جائے کوئی کسی کی توہین کرنے کی جرأت نہ کرے، اس کے لیے سماج کے ہر طبقے کو آگے آنا ہوگا، صرف انسانی حقوق کے تحفظ اور اظہار رائے کی آزادی کے نام اس قسم کی حرکتوں کو برداشت نہیں کیا جاسکتا۔

صحیح مصرف

گذشتہ چند سالوں میں تعلیم کے مسئلہ پر مسلمانوں میں بیداری آئی ہے، کنونٹ، پرائیوٹ تعلیمی ادارے اور سرکاری اسکولوں میں مسلم بچے بچیوں کا تناسب تیزی سے بڑھا ہے، سہولتیں بھی پیدا ہوئی ہیں، مکتب اور مدارس میں بھی طلبہ پہونچ رہے ہیں؛ یہ رجوع اس قدر بڑھا ہے کہ بہت سارے مدارس میں طلبہ کا داخلہ جگہ اور وسائل کی قلت کی وجہ سے نہیں ہو پا رہا ہے، یہی حال معیاری اسکولوں اور کنونٹ کا ہے، بڑی بڑی رقمیں دینے اور بہت سارے اوقات صرف کرنے اور سفارشوں کے باوجود، داخلے میں پریشانیوں کا سامنا ہے، ہمارے امیر شریعت سادس حضرت مولانا سید نظام الدین صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ "اب تعلیم کے سلسلے میں معاملہ بے کسی اور بے بسی کا نہیں ہے، اگر کوئی نہیں پڑھ رہا ہے تو یہ بے حسی ہے، گارجین کی اور ان لوگوں کی جن کی سرپرستی بچوں کو حاصل ہے۔"

اس خوش کن صورت حال کے باوجود مکاتب اور مدارس کے دائرے سے باہر نکلیے تو ہمارے بچے جن اسکولوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، ان میں سے بیش تر میں بنیادی دینی تعلیم کا یا تو نظم ہی نہیں ہے یا ہے تو برائے نام ہے، دوسرے موضوعات کی طرح اس پر توجہ نہیں ہے، جس کی وجہ سے ہمارے طلبہ وطالبات بنیادی دینی تعلیم سے دور رہ جاتے ہیں، اور ان کی دینی زندگی متاثر ہوتی ہے اور وہ بیش تر حالات میں دین سے نابلد اور عمل سے دور ہو کر زندگی گذارتے ہیں، اس افسوس ناک صورت حال کا حل یہ ہے کہ ہمارے اسکول اور کنونٹ جو مسلمانوں کے ذریعہ چلائے جا رہے ہیں، ان میں بنیادی دینی تعلیم کا مناسب اور معقول انتظام لازما کیا جائے اور دوسرے موضوعات کی طرح اس پر خصوصی توجہ دی جائے، تاکہ وہاں سے نکلنے والے طلبہ دینی تعلیم وتربیت سے پورے طور پر آراستہ ہوں، جو ادارے دوسروں کے قبضے میں ہیں، ان میں ایسا دباؤ بنایا جائے کہ وہ مسلم بچوں کے لیے مناسب دینی تعلیم کا نظم کریں۔

ایک طریقہ حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے یہ بتایا ہے کہ بچوں کے لیے دینی اقامت گاہیں بنائی جائیں، جن میں اسکول کے بعد کا وقت بچے وہاں گذاریں اور کچھ اوقات ان کے لیے مختص کر دیا جائے کہ ان اوقات میں بچے دینیات پڑھ لیں، اقامت گاہیں اسلامی تربیت کا بھی مرکز ہوں جن میں بچوں کی نشو ونما اسلامی اقدار کے ساتھ کی جائے، اسے ایک زمانہ میں "گیلانی اقامت گاہ" کا نام دیا گیا تھا، یہ شکل صرفہ والی ہے، لیکن اوپر والی دونوں شکلوں سے زیادہ کارآمد ہے۔

ان دنوں ایک اور شکل مختلف علوم وفنون کے حصول کے لیے رائج ہے اور انتہائی مفید ہے وہ یہ کہ گرمیوں کی تعطیل کا استعمال "ووکیشنل کورس" کے لیے کیا جائے اور فرصت کے ایام کو کارآمد بنایا جائے، یہ کورس دینیات کا بھی چلایا جاسکتا ہے، اور چند گھنٹوں اور چند ایام میں صحیح تعلیم وتربیت اور نصاب کے ذریعہ مقصد تک پہونچا جاسکتا ہے، امارت شرعیہ اس سلسلہ میں کافی فکر مند ہے، اور وہ چاہتی ہے کہ اسکول کے ذمہ دار اپنے اسکولوں میں ووکیشنل کورس دینیات کا چلائیں۔ اس کام میں گارجین حضرات کی دلچسپی کی بھی ضرورت ہے کہ وہ فرصت کے ان ایام واوقات اور سمر ووکیشن میں اپنے بچوں کو قریب کے مکاتب ومدارس اور مساجد کے ائمہ کرام کی خدمت میں بھیجنے کو یقینی بنائیں، بچے تو بچے ہوتے ہیں، گارجین حضرات کی دلچسپی نہیں ہوگی تو وہ سارا وقت کھیل کود میں برباد کر دیں گے، اس کورس میں داخل ہونے سے ان کا وقت ضائع ہونے سے بچ جائے گا اور غیر شعوری طور پر انہیں وقت کی قدر وقیمت کا بھی اندازہ ہوگا، جس سے وہ آئندہ زندگی میں فائدہ اٹھا سکیں گے۔ ائمہ حضرات جمعہ کی نماز سے قبل اگر اس موضوع کو اپنی تقریر کا موضوع بنائیں تو یہ منصوبہ تحریک کی شکل اختیار کر سکتا ہے، ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ جو لوگ اس کام کو کر سکتے ہیں وہ اپنی خدمات رضاکارانہ طور پر ملت کے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے فارغ کریں۔ ایسے کورسیز کے لیے ایک بڑا سوال نصاب کا ہوتا ہے، میری رائے ہے کہ دینیات کا بالکل ہلکا پھلکا نصاب رکھا جائے، بوجھل نصاب طلبہ کی توجہ اپنی طرف مبذول نہیں کرا پائے گا۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ

مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا قاری احمد اللہ صاحب بھاگلپوری

مشہور خادم قرآن، استاذ الاساتذہ، جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کے صدر القراء ''بڑے قاری صاحب'' کے نام سے عالمی شہرت یافتہ، فنا فی القرآن، قرآن کریم صحت کے ساتھ پڑھنے کو تحریک کا رنگ دینے والے عظیم انسان حضرت مولانا قاری احمد اللہ صاحب بھاگلپوری نے ۲۹؍رجب المرجب ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۰؍فروری ۲۰۲۴ء بروز ہفتہ اس دنیا کو الوداع کہہ دیا، وہ وضو کے لیے اٹھے تھے، اور گر گیے، جس کی وجہ سے ناک سے بہت سارا خون نکل گیا، آئی سی یو میں داخل کیا گیا، صحت قدرے بحال ہوئی، خون کا آنا رک گیا، لیکن ہارٹ اٹیک ہوا، آکسیجن کم ہوتا چلا گیا، قلب کی حرکت صرف پندرہ فی صدرہ گئی تھی، وینٹیلیٹر پر ڈالا گیا، آواز بند ہوگئی، سانس اکھڑ گئی، اور آنکھوں نے بند ہوکر اس دنیا سے رخ موڑ لینے کا پیغام سنا دیا، ہزاروں معتقدین، شاگر اور محبین دیکھتے رہ گیے، آنکھوں نے آنسوؤں سے غسل کیا، سورت اسپتال سے گھر اور گھر سے جامعہ اسلامیہ تک کا سفر عقیدت مندوں کے کاندھوں پر ہوا، بعد نماز مغرب حضرت کے جلیل القدر شاگرد مفتی محمد عباس بسم اللہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور ڈابھیل کے مقامی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، پس ماندگان میں اہلیہ، دو لڑکے اور دو لڑکیوں کو چھوڑا، صاحب زادہ کا نام اسعد اللہ اور سعود اللہ ہے، مولانا سعود اللہ نے امارت شرعیہ کے المعہد العالی سے تدریب افتاء وقضاء کیا ہے اور والد کے ساتھ ڈابھیل میں ہی قیام کرتے ہیں، مولانا اسعد اللہ بھاگل پور میں ایک مدرسہ کے مہتمم ہیں، جو حضرت مولانا قاری احمد اللہ صاحب کا قائم کردہ ہے، تین بھائی اور دو بہن تھیں، آپ بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔

مولانا قاری احمد اللہ صاحب بن حاجی معارف حسین (م ۱۹۷۷) بن فضیل کریم بن تعلیم حسین بن بھِکاری شیخ بن جان محمد ۱۲؍ربیع الاول ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۵؍اپریل ۱۹۴۴ء کو اپنے آبائی گاؤں کرن پور، ضلع بھاگلپور میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم گاؤں میں حاصل کرنے کے بعد حفظ قرآن کا آغاز مدرسہ اصلاح المسلمین چمپانگر بھاگلپور میں قاری عبد الرشید صاحب کے پاس کیا اور تکمیل مدرسہ شاہی مراد آباد میں قاری ابراہیم کی درسگاہ سے ہوئی، کچھ تعلیم جامعہ رحمانی مونگیر میں ہوئی اور ہدایہ تک کی تعلیم دار العلوم دیو بند میں پائی، وہاں سے دوبارہ مدرسہ شاہی آگیے اور یہیں سے ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۹۷۳ء میں سند فراغ حاصل کیا، آپ کے نانا کا نام شرافت خاں اور نانی بطول النساء تھیں جو، جوا کھر، ڈاکخانہ سمستی پور، تھانہ شاہ کنڈ، ضلع بھاگلپور کے رہنے والے تھے، شادی ۲۵؍سال کی عمر میں گاؤں میں ہی اپنی پھوپھی کی لڑکی سے کرن پور میں ہوئی، آپ کو دلچسپی شروع سے ہی قرآن کی تلاوت سے رہی، چنانچہ مدرسہ شاہی مراد آباد کے نامور استاذ قاری کامل صاحب سے تجوید وقراءت کے رموز میں مہارت تامہ حاصل کی۔

تدریسی زندگی کا آغاز جامعہ اسلامیہ ڈابھیل گجرات سے ۱۱؍شوال ۱۳۹۴ء میں کیا، ۱۹۸۲ء میں انقلاب دار العلوم کے بعد جب حضرت مولانا قاری عبد اللہ سلیم صاحب امریکہ کو اپنا مستقر بنالیا تو دار العلوم دیو بند کے ارباب حل وعقد کی نگاہ حضرت قاری احمد اللہ صاحب تک پہونچی اور وہ دار العلوم دیو بند منتقل ہوگئے، لیکن ڈابھیل کی محبت جو سودائے قلب میں ان کے جاگزیں تھی، وہ دار العلوم دیو بند کی محبت پر غالب آگئی اور وہ صرف ایک سال دار العلوم دیو بند کے شعبہ قرأت کو اپنی خدمت دے سکے اور پھر سے وہ ڈابھیل چلے آئے اور پوری زندگی خدمت قرآن میں لگادی، تا آں کہ خالق کائنات نے انہیں اپنے پاس بلالیا، قاری صاحب خیر کم من تعلم القرآن وعلمه کے صحیح مصداق تھے، وہ حقیقتاً خادم قرآن تھے، انہوں نے کئی نسلوں کو قرآن کریم صحت کے ساتھ پڑھنا سکھایا، دار القرآن کفلیتہ اور جامعہ اشاعت الاسلام اکل کنواں میں جو قرآن پر محنت ہو رہی ہے اس میں ان کا خون جگر بھی شامل ہے۔

قاضی صاحب کو اللہ رب العزت نے انتہائی خوبصورت اور وجیہ بنایا تھا، اکاسی (۸۱) سال کی لمبی عمر کے بعد بھی ان کے چہرے سے قرآن کریم کی خدمت کا نور جھلکتا نہیں چھلکتا تھا۔ انہوں نے ہزاروں کی تعداد میں قراء ومجودین بنائے، خصوصا گجرات میں صحت کے ساتھ قرآن پڑھنے اور پڑھانے کا جو ماحول بنا وہ ان کی کدوکاوش اور جدوجہد کا عظیم مظہر ہے، آج جو لوگ بھی اس طرف اس کام سے جُڑے ہوئے ہیں وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ ان کے شاگرد ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تصنیف وتالیف کا بھی اچھا شعور بخشا تھا، پچیس کتابیں انہوں نے تیار کیں، ان میں سے بیش تر تجوید وقرأت سے متعلق ہیں، ان میں مرقاۃ التجوید، مراءۃ التجوید، معلم الصبیان فی قواعد تجوید القرآن (چھپے)، کتاب التلخیص فی قواعد تجوید، مبادیات قراءات، تلخیص العالی فی القراءات السبع من طریق الشاطبیہ والتیسیر، التحفۃ المکیۃ فی القراءات الثلاث من طریق الدرۃ المضیۃ وتحبیر التیسیر، تحفۃ النظر شرح طیبۃ النشر فی القراءات الحشر کتاب التکبیر، اسلام میں قرآن مجید کا مقام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

اس کے علاوہ قواعد الصرف (دو اجزاء) الدروس الاساسیۃ فی تعلیم اللغۃ العربیۃ (دو جز) درسی نصابی کتابیں ہیں، ان کے علاوہ تیرہ کتابیں تجوید وقراءت اور سات کتابیں نحو وصرف اور عربی تعلیم سے متعلق غیر مطبوعہ ہیں، شاگردوں کے ساتھ یہ بھی ان کے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔

حضرت قاری صاحب سے میری صرف چار ملاقاتیں تھیں، پہلی ملاقات اس وقت ہوئی جب وہ دار العلوم دیو بند میں استاذ ہوکر آئے، اس زمانہ میں، میں افتاء کا طالب علم تھا اور جمعیۃ الطلبہ کا جنرل سکریٹری، یہ ملاقات حضرت کو پورے طور پر محفوظ تھی اور نام بھی ان کو یاد ہوگیا تھا، دوسری ملاقات ڈابھیل میں ہوئی، ایک ملاقات دار القرآن جمبوسر میں اسلامک فقہ اکیڈمی کے سمینار کے موقعہ سے ہوئی تھی اور آخری ملاقات ۲۰۱۶ء میں امارت شرعیہ میں ہوئی تھی، ان کے چھوٹے صاحب زادہ مولانا سعد اللہ بھی ان کے ساتھ تھے، جب میرا سفر امیر شریعت سادس کے ساتھ گجرات کا ہوا تھا اور تمام قابل ذکر جامعات میں جانا ہوا تھا، اسی موقع سے جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل بھی جانا ہوا، عصر بعد حضرت کے حجرے میں ملاقات ہوئی، اور خردنوازی کا جو نقش اس دن دل پر قائم ہوا، وہ آج تک باقی ہے۔

یہ چوتھی ملاقات تھی، انہوں نے بھاگلپور میں ایک مدرسہ قائم کیا تھا، اس کا رجسٹریشن کرانا چاہتے تھے، مجھ سے جو رہنمائی ہوسکی، کر دیا تھا، حضرت نے بہت دعائیں دیں اور صاحب زادہ کو تلقین کیا کہ مدرسہ اور اس کے متعلقات کی قانونی اور دستوری تحفظ کے لیے وہ مجھ سے رابطہ میں رہیں، لیکن پھر بات آئی گئی ہوگئی، ایک بار مدرسہ کے جلسہ میں بھی یاد کیا تھا، لیکن میں اپنی مشغولیت کی وجہ سے وہاں حاضر نہ ہوسکا، جس کا مجھے آج تک افسوس ہے۔

انہوں نے آخری وقت میں اپنے شاگردوں کو جو وصیت کی وہ یہ کہ ''گاؤں گاؤں گھومو اور مسلمانوں کو مکتب کے ذریعہ قرآن پاک سے جوڑو، اس کے سوا عزت کا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے، نوجوان فضلاء کو اس جانب خصوصی طور پر متوجہ کرو، ان کی ذہن سازی کرو کہ مرتے دم تک قرآن کی خدمت میں لگے رہیں''۔ اپنے تین شاگرد قاری حمزہ، قاری اسحاق اور قاری رضوان سے فرمایا: ''دیکھو ایک نصیحت یاد رکھنا اپنی زندگی کا کوئی ایک گھنٹہ بھی ایسا نہ گذرنے دینا جو قرآن سننے یا پڑھنے سے خالی ہو۔ یہ بھی فرمایا کہ ہم تو اساتذہ سے کہتے ہیں کہ مکتب سے ہی عربی زبان سکھانا شروع کر دو، جب بچے ساری زبانیں سیکھتے ہیں تو عربی کیوں نہیں سیکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ حضرت کی مغفرت فرمائے اور ان کے پس ماندگان، شاگرد اور متعلقین کو صبر جمیل کی دولت سے مالا مال کرے، رحمة الله رحمة واسعة

کتابوں کی دنیا

ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

تفہیم الہدیٰ

ڈاکٹر سید ضیاء الہدیٰ سلمان، سلو بن سید نور الہدیٰ بن لیاقت حسین (ولادت ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۸ء وفات ۱۶؍صفر ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۲؍جون ۱۹۹۸ء بروز جمعہ) جماعت اسلامی کے فعال اور سرگرم ذمہ دار رہے ہیں، ۱۹۴۶ سے ۱۹۸۶ تک بہار میں وہ تحریک اسلامی کے مختلف عہدوں پر کام کرتے رہے، بعد میں جماعت سے اختلاف کی بنیاد پر ۱۸؍مارچ ۱۹۹۱ء کو اس کی رکنیت سے مستعفی ہوگئے اور اسلامی معاشرہ کی تعمیر کے نام سے اپنی تحریکی کوششوں کو جاری رکھا، ان تحریکی کوششوں میں ایک درس قرآن بھی تھا۔

انہوں نے کچھ عرصہ دار العلوم دیو بند میں تعلیم پائی تھی، لیکن فراغت وہاں سے نہیں ہوسکی، آگے کی تعلیم مولانا لاڈلے قریشی پٹنہ سیٹی سے انہوں نے جاری رکھی اور قرآن وحدیث کے افہام وتفہیم کی صلاحیت وہیں سے پیدا ہوئی، انہوں نے درس قرآن شروع کیا، جو ان کے حلقہ میں کافی مقبول ہوا، ان کے معتقدین نے دروس کے ٹیپ کرنے کا اہتمام کیا۔ سارے دروس ٹیپ نہیں کیے جاسکے، جتنے دروس ٹیپ کی مدد سے نقل کیے جاسکے ان کا ایک مجموعہ تفہیم الہدیٰ کے نام سے میرے سامنے ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی انتیسوں پارے اور سورہ فاتحہ کی تفسیر تفہیم الہدیٰ کے نام سے پہلے چھپ چکی ہے، اس مجموعے میں انیس (۱۹) سورتوں کی مکمل اور سورۃ بقرہ کی چند آیات ورکوع کی تفسیر موجود ہے جس کا تعلق اٹھائیسویں اور انتیسویں پارے سے ہے، ان سورتوں کی تفسیر میں ڈاکٹر سید ضیاء الہدیٰ صاحب نے جو پوری عمر قرآن کریم کے مطالعہ پر لگائی اور اس میں جو بصیرت پیدا کی اس کا عکس جمیل اس تفسیر میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب در اصل قرآن کریم کے مطالعہ کے سلسلہ علامہ اقبال کے اس شعر پر کاربند تھے کہ

تیرے ضمیر پر جب تک ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

قرآن کریم کے مطالعہ کے سلسلے میں وہ کسی خاص جوکھٹے میں اپنے کو قید کرنا پسند نہیں کرتے تھے، اس طرز تفہیم کا مطلب یہ ہے کہ جو بات عقل وشعور میں اس آیت کے ضمن میں سماگئی، وہی اصل ہے، طرف عقل وشعور پر اعتماد سے تفسیر کی جائے اور اکابر کی تفسیروں کا مطالعہ نہ ہو تو تفسیر بالرائے کا دروازہ کھلتا ہے، جس کے نقصانات سے دنیا واقف ہے، اس بات کا اظہار راشد نیر نے اپنے مضمون ڈاکٹر ضیاء الہدیٰ کی فکری بنیاد۔ قرآن میں بھی کیا ہے، لکھتے ہیں: ''ڈاکٹر صاحب یہ تسلیم کرنے کے لیے بالکل تیار نہیں تھے کہ غور وفکر اور مطالعہ میں اسلاف کے کھینچے ہوئے خطوط سے انحراف نہیں کیا جاسکتا، ان کا کہنا تھا کہ اسلاف بھی زمانہ اور حالات سے اتنے ہی متاثر ہوئے ہیں، جتنا کہ ہم ہوسکتے ہیں، اس لیے قرآن وسنت پر غور وفکر کے نتیجے میں پہلے سے قائم شدہ مسلمات رد ہوتے ہیں تو رد کردیئے جائیں گے، یہ بات دینی حلقہ میں عمومی طور پر قائم نقطہ نظر کے خلاف تھی۔

ڈاکٹر صاحب قرآنی الفاظ کے معانی تک پہونچنے کے لیے عربی لغات کی بے بضاعتی کا ذکر کرتے تھے، ان کا کہنا تھا کہ قرآنی الفاظ وآیات کی وسعت اور گیرائی تک پہونچنے میں عربی لغات ساتھ نہیں دے پاتے، اسلئے قرآن کریم کی آیات کی تفسیر آیات ہی سے کرنے اور سمجھنے پر زور دیتے تھے۔

چار سو اڑتالیس صفحات پر مشتمل اس تفسیر کا پیش لفظ شاہد انور اور ضیاء الہدی کی فکری بنیاد-قرآن، راشد نیر نے لکھا ہے، ان کے مخصوص تدبر قرآن پر ان کا اپنا مضمون آیات اللہ کے عنوان سے جو ماہنامہ رفیق پٹنہ میں قسط وار شائع ہوا تھا، شامل کتاب ہے، اور بالکل آخر میں مطالعہ قرآن کا نصاب بھی اس مجموعہ میں شامل ہے، گویا کتاب تین ابواب پر منقسم ہے، ایک حصہ میں تفسیر قرآن ہے، دوسرے میں درس قرآن اور تیسرے میں تدبر قرآن۔ طباعت النور پبلیشرز دہلی کی ہے اور دو سو پچاس روپے ہدیہ دے کر النور پبلیشرز سکنڈ فلور B9/12 ذاکر نگر نئی دہلی سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

کتاب کے بعض مندرجات سے اختلافات کے باوجود تفہیم الہدیٰ میں ڈاکٹر صاحب کے قرآن سے شغف اور مطالعہ کی گہرائی کا پتہ چلتا ہے، اہل علم حضرات کے لیے اس تفسیر کا مطالعہ مفید ہوگا۔

Scanned with CamScanner

حکایات اھل دل

:مولانا رضوان احمد ندوی

مجدد الف ثانیؒ کے تجدیدی کارنامے

اس وقت ہندوستانی مسلمان نہایت ہی کرب واضطراب اور ذہنی کش مکش کے دور سے گذر رہے ہیں، مرکز کی برسراقتدار پارٹی اور اس کی حلیف جماعتیں نت نئے سیاہ قانون کے ذریعہ یہاں کے مسلمانوں کے عرصہ حیات کو تنگ کرنا چاہتی ہے، بی جے پی والی ریاستی حکومتیں بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف قانون سازی کررہی ہیں، یوپی، اتراکھنڈ اور آسام میں اسلامی شعائر پورے طور پر نشانے پر ہیں، تاکہ وہاں کے مسلمان دوسرے درجہ کا شہری بن کر زندگی بسر کرے، اس عہد انقلاب اور پرفتن دور میں بعض حیثیتوں سے دسویں صدی ہجری کے مرد کامل حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی (۹۷۱ھ۔۱۰۳۴ھ) کے طریقہ کار اور حکمت عملی کا مطالعہ ناگزیر معلوم ہوتا ہے کہ آخر وہ کیا طریقہ کار تھا کہ ایک فقیر بے نوا نے ایک گوشہ میں بیٹھ کر سلطنت وملک کے رخ کو بدل دیا اور ان کی تجدیدی واصلاحی کارناموں کے فیوض وبرکات کے سامنے ارکان سلطنت سر تسلیم خم ہونے پر مجبور ہو گئے۔

حضرت مجدد الف ثانی بن مخدوم شیخ عبدالاحد ۱۵۶۳ء میں شہر سرہند پنجاب میں پیدا ہوئے، صغرسنی سے بعض عجیب وغریب واقعات ظہور میں آنے لگے، سیرت امام ربانی کے مولف نے لکھا کہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے خلیفہ عبدالعزیز آپ کی ولادت کے دن سرہند میں موجود تھے، آپ نے وہاں کشفی حالت میں ملائکہ کا ہجوم دیکھا (ص:۵۷) عہد طفولیت میں بھی وہ کبھی ننگے نہیں ہوئے، بول وبراز کے موقعہ پر اتفاقا کبھی آپ کا بدن ننگا بھی ہوجاتا تو بڑی جلدی بدن کو ڈھانپ لیتے، تعلیم وتربیت میں بھی معلم کا ادب واحترام کمال درجہ میں فرماتے تھے، ذہانت وفطانت اور خداداد صلاحیت سے بہت جلد مقام علیا تک جاپہونچے اور ہرفن میں درک وکمال پیدا کرلیا، پھر تزکیہ باطن کے لئے حضرت خواجہ باقی باللہ (۱۰۱۲ھ) کے استانہ پر حاضر ہوئے، بیعت وارشاد سے راہ سلوک کے مدارج عالیہ طے کیا، ان کے باطنی کمالات کی شہادت دیتے ہوئے خود ان کے پیرومرشد نے کہا کہ حضرت مجدد الف ثانی وہ آفتاب ہیں جن کی روشنی میں ہم جیسے ہزاروں ستارے گم ہیں، آپ کے فضل وکمال کی شہرت سن کر اس عہد کے بڑے بڑے علماء حدیث وتفسیر کی کتابوں کی سند آپ سے حاصل کرنے میں اپنی سعادت سمجھنے لگے، اسی زمانے میں ابوالفیض فیضی نے تفسیر بےنقط سواطع الالہام کے نام سے لکھنی شروع کی، انہیں ایک مقام پر الجھن پیدا ہوئی، انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں اپنی عاجزی ظاہر کی، آپ نے اس کے مقام کے مناسب تفسیر نہایت فصیح وبلیغ بےنقط عبارت میں قلم برداشتہ تحریر فرمائی، اس طرح آپ کے علم وفضل کا سکہ عوام وخواص کے علاوہ اراکین سلطنت کے دلوں میں بھی بیٹھتا چلا گیا، آپ نے ہندوستان میں مغلیہ خاندان کے دو بادشاہوں کو دیکھا، پہلا بادشاہ جلال الدین محمد اکبر (المتوفی ۱۰۱۴ھ) جس کا عہد حکومت ۱۵۵۶ سے ۱۶۰۵ء تک یعنی کم وبیش پچاس سال اور دوسرا شہنشاہ ابوالمظفر نورالدین جہانگیر جس کی حکومت ۱۶۰۵ء سے ۱۶۲۷ء تک یعنی بائیس سال تک تھی، حکومت کے ابتدائی دور میں بادشاہ اکبر کو بزرگوں سے بڑی عقیدت تھی، وہ نیازمندانہ طریقہ سے مجالس ذکر وسماع میں شریک ہوا کرتے تھے، لیکن ناخواندہ ہونے کی وجہ سے مذہب اور عقیدہ کے معاملے میں ان کا دماغ بے لگام ہوگیا تھا، ہر مذہب اور دین کے فضلاء کے خیالات کو اپنے اندر سمونے لگا، پادریوں اور پنڈتوں کی مجالس منعقد کرنے لگا، درباری علماء بھی جاہ طلبی کی امید میں اکبر بادشاہ کے مزاج کو بدلنے میں بڑا موثر روال ادا کیا، ملا عبداللہ سلطانپوری، مولانا عبدالنبی، فیضی اور ابوالفضل نے بادشاہ کو علمی اسلحہ فراہم کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، حتی کہ شرعی حدود وقیود کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بادشاہ کو امیرالمومنین کا خطاب اور مجتہد تک کا سرٹیفکٹ دیدیا، شیخ مبارک نے ایک محضرنامہ تیار کیا اور اس پر علماء سے دستخط کروائے، اس محضرنامہ کے چند جملے یہ ہیں:

ہندوستان جیسا وسیع ملک سلطان جہاں پناہ کے عدل وانصاف وتدبیر وانتظام سے دارالامن بن چکا ہے، اور ہر جگہ کے خواص وعوام خصوصا عرب وعجم کے علماء وفضلاء یہاں آکر مقیم ہوچکے ہیں، حدیثوں اور عقلی ونقلی دلائل وشواہد کی بنا پر ہم یہ فیصلہ صادر کرتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک سلطان عادل کا مرتبہ مجتہد کے مرتبہ سے بڑھ کر ہے، لہذا سلطان الاسلام جلال الدین اکبر بادشاہ غازی اگر عوام کی سہولت اور مملکت کے انتظامی مصالح کی خاطر دین کے ان مسائل میں جو مجتہدین کے نزدیک اختلافی ہوں کسی بھی ایک صورت کو تجویز کرکے اس کے مطابق احکام کا اجراء فرمائیں تو ان کی تجویز وحکم متفق علیہ متصور ہوگا اور اس کی اطاعت وپیروی تمام رعایہ پر لازمی اور قطعی ہوگی اور جس وقت سلطان عالم پناہ کوئی بھی ایسا قانون اور حکم نافذ فرمائیں جو عوام کے لئے باعث سہولت ہو اور نصوص شرعیہ کے مغائر نہ ہو اس پر عمل درآمد ہر شخص پر لازم وقطعی ہوگا اور اس کی مخالفت عذاب اخروی اور خسران دینی ودنیوی کا موجب ہوگی۔ (حضرت مجدد الف ثانی ص ۳۰۷)

اس محضرنامہ نے بادشاہ کے لئے اجتہاد کا دروازہ کھول دیا، پھر کیا تھا اس امی بادشاہ نے عقلی گھوڑے دوڑانے شروع کردئے، دین اکبری کی طرح ڈال دی، اس کے لئے راجپوت راجاؤں کے ساتھ رشتہ کی استواری شروع کردی ان کی دل جوئی کے لئے قشقہ لگانا، ہندوانہ رسم ورواج میں حصہ لینا حتی کہ سجدہ تعظیمی بجالانے کے لئے لوگوں کو مجبور کرنا بادشاہ کا محبوب مشغلہ بن گیا، نماز، روزہ اور حج کو ساقط کردیا، دیوان خانہ میں کسی کی مجال نہ تھی کہ علانیہ نماز ادا کرسکے، سود کھانا، جوئے کھیلنا، شراب نوشی کرنا وغیرہ کو حلال قرار دیدیا گیا، اس طرح شریعت محمدیہ بازیچہ اطفال بن گئی، زندقہ بدعت اور اغراض پرستی کی کالی گھٹائیں افق پر چھائی ہوئی تھیں۔

اللہ نے اس عہد ضلالت میں دین کی ڈوبتی کشتی کو ساحل مراد تک پہونچانے کے لئے حضرت مجدد الف ثانیؒ کو کھڑا کیا، انہوں نے پہلے مرحلہ میں اپنے فہم وتدبیر اور ہمت وپامردی سے درباری علماء اور مقربان سلطنت کے نام نصیحت آمیز پیغامات ارسال کئے، ارکان حکومت کی اصلاح کے لئے عوام کو بیدار کیا، انہیں اللہ کی وحدانیت اور رسول کی رسالت پر پختہ یقین کرنے کی دعوت دی، درباریوں نے ردعمل شروع کردی اور بادشاہ سلامت اور جہانگیر کے کان بھرنے شروع کردیئے، ان دونوں پر سیاسی رنگ چڑھا ہوا تھا، اور جب کسی شخص پر اقتدار کا نشہ سوار ہوتا ہے تو وہ انجام سے بے خبر ہوکر طاقت کا استعمال کرتا ہے، یہاں بھی یہی ہوا کہ جہانگیر نے حضرت مجدد الف ثانی کو ناحق قلعہ گوالیار میں نظر بند کروادیا، جہاں وہ ایک سال تک اسیر رہے، وہاں بھی خلوت کے موقعہ ملے ایثار وخلوص کے کامل جذبات کے ساتھ وہاں بھی وہ اپنی خوشبو بکھیرتے رہے، کہا جاتا ہے کہ کئی ہزار غیر مسلم قیدی آپ کی صحبت وتربیت سے مشرف بہ اسلام ہوئے، ادھر بہت سے صحیح العقیدہ اراکن سلطنت پر اس جبس بے جا کا برا اثر ہوا، بادشاہ کو بھی اپنے اقدام سے ندامت ہوئی، آخرکار انہیں رہا کرنے کا حکم صادر کردیا، قید سے رہائی کے بعد حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مشن میں لگ گئے، صاحب عزم وارادہ کبھی اپنی نشان منزل سے غافل نہیں ہوتے، انہوں نے اہل مناصب کے نام خطوط وپیغامات بھیجنے شروع کردیئے جس میں صفحہ قرطاس پر اپنے دل کے ٹکڑے اتار کر رکھ دئے، اس وقت خواص وعوام کی بے شمار جماعت آپ کے ساتھ تھی، آپ نے ارکان حکومت کی اصلاح بادشاہ کی اصلاح پر مقدم رکھا، اس طرح آپ نے جہانگیر کے دربار کے ممتاز ارکان کو اپنا ہمنوا بنالیا، ایک مورخ نے لکھا کہ ایک فقیر بے نوا نے اونچی چوٹیوں پر رہنے والوں کو حیرت انگیز طریقہ سے اپنا گرویدہ بنالیا، اب بادشاہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا، اس نے سجدہ تعظیمی موقوف کردیا، شعائر کی حفاظت ہونے لگی اور ویران مساجد آباد ہونے لگیں، خلاف شریعت قوانین منسوخ ہوگئے، یہاں تک کہ جہانگیر نے آپ کے دست مبارک پر توبہ کیا، اس طرح لوگوں نے بادشاہ کے ملحدانہ عقائد ونظریات سے نجات پائی اور ملک میں ایک نئی صبح طلوع ہونے لگی۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

حضرت مجدد الف ثانی نے دوسرا بڑا کارنامہ یہ انجام دیا کہ وحدۃ الوجود یعنی اتحاد وحلول کے باطل نظریے کے مقابلہ میں وحدۃ الشہود کا متوازی مسلک پیش کیا اور کج روصوفیوں کے باطل عقیدہ پر کاری ضرب لگائی، وہ یہ کہ وحدۃ الوجود سالک کے سیر وسلوک کی ایک منزل ہے، اس کو مشاہدہ سے نظر آتا ہے کہ وجود حقیقی وکامل کے علاوہ کسی چیز کا وجود نہیں جو کچھ ہے وہ سب ایک ہی وجود ہے، باقی اس کی تنوعات ہے (تاریخ دعوت وعزیمت ص ۳۲۸۷) سالک ہو یا عارف اگر عقائد اور اعمال میں کتاب وسنت کا پابند نہیں تو وہ قابل تقلید نہیں، وحدۃ الوجود میں شریعت محمدی نہیں تو وہ شرار بولہبی ہے۔ اس طرح انہوں نے عقل وکشف دونوں کے درمیان حدفاصل کی لکیر کھینچ دی، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے وضاحت کی کہ وحدۃ الوجود کے عقیدہ اور نظریہ کی پردہ کشائی جو اپنے غلو ومبالغہ اور اشاعت ومقبولیت کے نقطہ عروج پر پہونچ چکا تھا اور جس سے عقائد میں تزلزل اور مسلم معاشرہ میں انتشار پیدا ہورہا تھا اور اس کے متوازی وحدۃ الشہود کے مسلک ونظریہ کو مدلل شکل میں پیش کرنا، بدعات کی کھلی ہوئی تردید ومخالفت حتی کہ بدعت حسنہ کے وجود سے بھی انکار اور پھر آخر میں ہندوستان میں اسلام کے اکھڑتے ہوئے قدموں کو جمانے اور ہندوستان میں ایک ایسا تجدیدی انقلاب لانے کا حکیمانہ اور کامیاب کوشش حضرت مجدد الف ثانی کا وہ اصل تجدیدی کارنامہ ہے جس کو ان کے سارے تجدیدی کارناموں پر اولیت وفوقیت حاصل ہے۔ (تلخیص اقتباس از تاریخ دعوت وعزیمت ص ۱۹۲)

آگے تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ احمد سرہندی کی بڑی کامیابی یہی ہے کہ انہوں نے ہندی اسلام کو متصوفانہ انتہاپسندی سے خود تصوف کے ذریعہ نجات دلائی، شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ جس نظریہ کی انہوں نے تردید کی اس کے مطلب ومفہوم اور قدر وقیمت کا ان کو ذاتی طور پر عمیق ادراک تھا، مولانا محمد منظور نعمانی نے لکھا کہ اس امت کے ابتدائی دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں سے تجدیدی نوع کی خدمات لیں ان میں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز کا کارنامہ بہت ممتاز ہے، اسی طرح آخری دور میں امام ربانی شیخ احمد سرہندی نے دین کی تجدید وحفاظت اور احیاء شریعت کا جو عظیم کام ہمارے اس ملک میں لیا وہ بھی اسلام کی پوری تاریخ میں ایک خاص امتیازی شان رکھتا ہے۔ (الفرقان فروری ۱۹۵۹ء)

انہوں نے قید وبند کے مصائب برداشت کئے، طعنہ سہے لیکن اپنے دعوتی مشن سے کبھی غافل نہ رہے، اس لئے ہمارا مزاج بھی داعیانہ ہونا چاہئے اور دعوت دین کو ہماری زندگی کا جزو نہیں بلکہ پوری زندگی بن جانا چاہئے اور اس کے لئے ان تمام تر صلاحیتیں اور قوتیں وقف کردینی چاہئے، ساتھ ہی ارکان حکومت کی اصلاح کے لئے عوام کو بیدار کرنا اور ان میں ایسے جذبات پیدا کرنا جن کا احتجاجی اثر ارباب حکومت کو اپنی طرف متوجہ ہونے پر مجبور کردے، جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے کیا یہ بھی ضروری ہے۔

بلاشبہ آپ کے تجدیدی کارنامے اور ایسے عظیم اور گرانقدر ہیں کہ جن سے اسلام کے نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوتا ہے، آپ کے بعد آپ کے خلفاء نے ان اصلاحی اور تجدیدی مساعی کو مزید ثمرآور بنایا۔

Scanned with CamScanner

زندگی کے بگاڑ کا سبب خوفِ خدا کا فقدان

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندویؒ

دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ اگر پروردگار عالم کا ڈر نہ ہو اور آخرت میں جزاء وسزا کا تصور نہ ہو تو انسان اپنے نفس کا بندہ اور زندگی کے ہر معاملہ میں صرف اپنے دنیاوی مفادات کے پس منظر میں دیکھنے والا بن جاتا ہے۔ اور یہ بات بعض وقت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اس کے خاطر دوسروں کے ساتھ حق تلفی بلکہ ظلم وچیرہ دستی کرنے سے بھی باز نہیں آتا، یہ بات قوموں کی زندگی میں بھی پائی جاتی ہے اور افراد کی زندگی میں بھی نمایاں طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔

تاریخ انسانی میں خوفِ خدا اور خوف آخرت سے عاری معاشرے میں اس سلسلہ کے بڑے افسوسناک واقعات، ظالمانہ رویے برابر واقع ہوتے رہتے ہیں، قرآن مجید میں ایسے معاشرہ کا جہاں جہاں تذکرہ آیا ہے وہاں ان کے ظالمانہ طور وطریق کو واضح کیا گیا ہے اور ان کے بگاڑ کے تذکرہ کے ساتھ ان کی بنیادی وجہ خدائے واحد کی تابعداری سے ان کے برگشتگی ظاہر کی گئی ہے۔

فراعنہ مصر نے اپنے انتقال کرنے والے بادشاہوں کے پہاڑ جیسے مقبرے بنانے کے لئے اپنے عوام سے کس قدر ظالمانہ طریقہ سے بیگار لیا اور اس کی بناء پر ظلم وزیادتی کے ذریعہ اپنی عظمت کے نشانات قائم کرنے کی مثالیں پیش کیں، پھر اپنے دنیوی فائدوں کے لئے اپنی ماتحت اقلیتی قوم بنی اسرائیل کی شریف زادیوں کو اپنی کنیزیں بنایا تا کہ ان سے بے محابا خدمت لیں اور فائدہ اٹھائیں، اور ان کے بچوں کو عمومی طور پر تہ تیغ کرنے کا طریقہ اختیار کیا کہ وہ بڑے ہوکر مقابلہ پر نہ آسکیں، قرآن مجید اس کا ذکر اس طرح کرتا ہے: ’’ان کے لڑکوں کو ذبح کرتا تھا اور لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا‘‘۔

دوسری طرف قوم عاد وثمود اور عمالقہ اپنی طاقت اور زوردستی کا مظاہرہ کرتے پھرتے تھے۔ جس کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے: ’’کہ ہر جگہ پر تم کوئی شاندار یادگار تعمیر کرتے ہو اور جس کسی پر تم طاقت کا استعمال کرتے ہو تو بڑے جبار اور قہار بن کر طاقت کا استعمال کرتے ہو‘‘۔

قرآن مجید نے ان قوموں کا ذکر غالباً اس لئے کیا کہ یہ آئندہ آنے والے لوگ سمجھیں کہ آئندہ بھی خدائے واحد سے برگشتہ اور آخرت فراموش قوموں کا بھی یہی وطیرہ بن سکتا ہے، لہٰذا لوگ اس کو سمجھیں اور اپنے کو باطل پسندی اور نفس پرستی سے ہٹا کر خدائے واحد کے مقرر کیے ہوئے راہ مستقیم پر گامزن رہیں، ورنہ وہ عذاب الٰہی کا شکار ہوں گے۔

قرآن مجید میں قوموں کے ساتھ ساتھ افراد میں بھی اس طرح کے رویہ کی مثالیں بیان کی گئی ہیں، جو زیادہ تر بنی اسرائیل کے افراد کی ہیں جب ان کا شروع کا اچھا زمانہ گذر جانے کے بعد ان کے بہت سے لوگ نفس پرستی اور دنیا طلبی میں مبتلا ہونے لگے اور بد دیانتی اور خود غرضی اور ناانصافی کے مرتکب ہوئے جو کہ دنیا سے ان کی نفس پرستانہ محبت والفت کی وجہ سے اور خواہش نفس کی تابعداری میں ہوا۔ قرآن مجید میں یہ سب باتیں محض تاریخ بتانے کے لیے نہیں دی گئیں بلکہ یہ اس لیے بیان کی گئیں کہ آنے والی قومیں اور ان کے افراد سبق لیں اور اپنی زندگیوں کو صحیح رخ دیں، اور وہ صحیح رخ پروردگار عالم کی ناراضگی کے ڈر اور آخرت میں جزاء وسزا کے تصور سے جڑا ہوا ہے۔ قرآن مجید میں صاف صاف بتایا گیا کہ جب انسانی معاشرے میں خرابیاں بہت عام اور بھیانک حد تک پہنچ جاتی ہیں تو پورا معاشرہ غضب الٰہی کا شکار ہوتا ہے اور بعض وقت اس کا اثر پورے معاشرے کی مکمل تباہی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے لیکن افسوس کی بات ہے کہ انسان عموماً اپنی طاقت و دولت کے نشے میں ان حقائق سے چشم پوشی کر لیتا ہے جس کا خراب انجام اس کو بعد میں جھیلنا پڑتا ہے۔

قرآن مجید نے بہت سے واقعات اسی سلسلہ کے بیان کیے ہیں، اور ان کا مقصد خدائے واحد پر ایمان رکھنے والوں کو توجہ دلانا ہے، ان میں سے بعض واقعات برسر اقتدار نسل کے ماتحت نسلوں کو دبانے اور نظر انداز کرنے کے ہیں، بعض واقعات اصحاب اقتدار کی طرف سے اپنی رعیت کے ساتھ ظلم وحق تلفی اور استحصال کرنے کی صورت میں سامنے آتے ہیں اور بعض واقعات اہل ثروت وعظمت لوگوں کی طرف سے اپنی بے جا شان وعظمت کا مظاہر کرنے کے اور دوسروں کو اس کی خاطر پامال کرنے کے ہوتے ہیں، بعض واقعات معاشرہ میں کرپشن کے عام ہوجانے اور اپنی بیہودگی پر جرأت کے ساتھ عمل کرنے کے ہیں اور بعض واقعات بدمعاملگی اور کاروبار میں دھوکہ دہی کرنے اور ڈنڈی مارنے کے ہیں، ایسی قوموں کے سلسلہ میں جن میں مذکورہ بالا واقعات عام ہوئے اور ان کو سمجھانے والوں نے بہت سمجھایا لیکن وہ اپنے میں تبدیلی نہیں لائے، بالآخر کوئی ایسی مصیبت ان پر ڈالی گئی کہ پوری پوری نسل تباہ ہوگئی، کہیں زلزلہ سے، کہیں طوفان سے، کہیں آسمانی اور زمینی آفت سے تباہی آئی، اور خدا کے حکموں کو پامال کرنے اور تکبر اور بیجا زوردستی اور زیادتی اختیار کرنے پر سزا دی گئی۔

آج کی دنیا میں ایسی ساری خرابیاں موجود ہیں اور بڑھتی جارہی ہیں، ان کو دور کرنے اور ان سے بچنے کی فکر مفقود ہے، انسانی معاشرہ کرپٹ ہوتا جارہا ہے اظہار شان وشوکت کے لیے شاندار عمارتیں، مالی منفعت کے لیے غریبوں سے استحصال کے ادارے، حصول اقتدار کے لیے ہر طرح کا توڑ جوڑ طاقت وعظمت کے چھوٹے مظاہر کے اقتدار کے بل پر دوسروں کو دبانے اور ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کے طریقے، کاروبار ولین دین میں چالاکی اور دھوکہ دہی مذہبی یا نسلی بنیاد پر جور وظلم وحق تلفی وہ کون کون سی ایسی باتیں ہیں جو اس وقت کے انسانی معاشرے میں عام نہیں ہوتی جارہی ہیں، لیکن باوجود عہد حاضر کے جمہوریت اور مساوات کے دعووں اور نعروں کے اور آزادی رائے اور حریت انسانی کے اعلانات کے اکثر جگہوں پر جبر واستحصال اور حق تلفی اور کمزور کو کمزور بنائے رکھنے کا سلسلہ جاری ہے اور بعض بعض جگہوں پر تو ظلم وتعدی کی ما قبل کی تاریخ کی مثالیں تازہ کردی گئی ہیں، جن کی گواہی سائبریا میں جلاوطن کیے جانے والے افراد کے حالات اور جنوبی یورپ کے اقلیتی آبادیوں کے ساتھ سفاکی برتنے اور فلسطینیوں کے ساتھ حق تلفی اور ظلم کے واقعات سے ملتی ہے۔ دنیا کے کئی متمدن ترین اور آزادی وجمہوریت کے دعویدار ملکوں میں گورے اور کالے کے درمیان ظالمانہ امتیاز کی مثالیں ابھی ذہنوں میں تازہ ہیں، یہ تو اجتماعی دائرے کے حالات ہیں ان کے ساتھ ساتھ انفرادی زندگی کے دائرے میں خود غرضی، بوالہوسی، چیرہ دستی اور بداعمالی کے حالات دنیا کے اکثر خطوں میں کھلے طریقے سے دیکھے جاسکتے ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ خوف خدا کا فقدان اور آخرت کی جزاء وسزا سے مکمل بے نیازی صورت حال کو اور زیادہ خراب اور قابل مواخذہ بنارہی ہے، ایسی صورت میں غضب الٰہی کا کسی وقت آجانا کوئی تعجب کی بات نہیں، اس سلسلہ میں مسلمانوں کو بھی توجہ کی ضرورت ہے کہ ان میں بھی متعدد خرابیاں کھلے طریقہ سے دیکھی جاسکتی ہیں، یہ سب بہت ڈرنے کی اور خطرہ محسوس کرنے کی باتیں ہیں، پروردگار عالم یہ سب دیکھتا ہے اور ان باتوں کو جو ظلم وجبر اور خدائے واحد کے احکامات سے روگردانی اور آخرت کی جزاء وسزا سے بے پرواہی کی صورت میں ظاہر ہوتی جاتی ہیں سخت ناپسند کرتا ہے، لیکن اس کی طرف سے مہلت اور اصلاح کر لینے کا موقع دینے کا معاملہ ہے تا کہ خطا کار لوگ مہلت سے فائدہ اٹھا کر اپنے کو درست کریں لیکن وہ اگر مہلت سے نہ فائدہ اٹھائیں اور نہ سمجھانے سے مانیں اور اپنی اصلاح نہ کریں تو ان کے لئے پھر پکڑ اور عذاب ہے۔

اولاً رہبران اخلاق ومذہب کی ذمہ داری ہے کہ خدا کا خوف دلائیں اور آخرت کی فکر سے ڈرائیں اور حالات کو بہتر بنانے کی طرف توجہ دلائیں، قائدین ملک کی ذمہ داری ہے کہ بگڑے ہوئے حالات کو درست کرنے کی کوشش کریں اور ایسی زندگی استوار کرنے کی طرف توجہ کریں جس میں امن ہو آپسی رواداری اور ہمدردی ہو، انسانیت کی قدروں کی پاسداری ہو اور اپنے رب واحد کے احکام کی تابعداری ہو تا کہ ملک وملت چین وراحت امن وخوشحالی سے زیادہ سے زیادہ متمتع ہو اور صحیح انسانی معاشرہ قائم ہوسکے۔

تین پیشین گوئیاں

مفتی محمد ہارون صاحب

قیامت کی پیش گوئیاں کرتے ہوئے محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اس میں اسلام کا صرف اور صرف نام باقی رہے گا، (یعنی اس کی روح ختم ہوجائے گی) اور قرآن کے صرف اور صرف حروف باقی رہیں گے عمل نہ رہے گا اور مسجدیں خوب عمدہ عمدہ بنیں گی، حالانکہ وہ ہدایت اور نمازیوں سے ویران رہیں گی۔

اس حدیث شریف میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے سامنے تین پیشین گوئیاں فرمائی ہیں: (۱) امت پر ایک ایسا دور اور ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں اسلام کا صرف اور صرف نام باقی رہے گا، مگر اسلام کی روح ختم ہوجائے گی، مسلمان نام کے رہ جائیں گے مسلمان اپنی ذمہ داریاں محسوس نہیں کریں گے، مسلمانوں اور غیر مسلموں میں کوئی فرق باقی نہیں رہے گا، مسلمان اسلامی شعار سے دور ہوتے جائیں گے، غیر اسلامی تہذیب سے قریب ہوتے جائیں گے، اسلامی قوانین اور اسلامی ذمہ داری کا کوئی احساس باقی نہیں رہے گا۔

آج آپ دیکھ سکتے ہیں غیر مسلم لوگوں کا معاشرہ رہن سہن بچوں کی تعلیم وتربیت اور مسلم حضرات اور ان کے بچے، غیر مسلموں کے محلّہ میں پرسکون ماحول صاف ستھرا علاقہ نظر آئے گا، اور مسلم محلوں کے راستوں پر شور وشغف، بچے کھیلتے کودتے آپس میں لڑائی جھگڑے، گالم گلوچ کرتے نظر آئیں گے، افسوس کی بات ہے کیا اسلام نے ہم کو یہی سکھایا ہے؟ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان نام کے رہ جائیں گے، جیسے یہودی، نصرانی، عیسائی وغیرہ سمجھتے ہیں کہ ہم ایک قوم ہیں اسی طرح مسلمان بھی یہ سمجھنے لگے گا کہ ہم ایک قوم ہیں جس کا نام مسلمان ہے، لیکن مسلمان ہونے پر کیا ذمہ داری کی خبر ہوگی کوئی دین واسلام کی بات پیش کرے گا تو اسے حقارت سے دیکھا جائے گا اس کا مذاق اڑایا جائے گا، اسی کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’**لایبقی من الاسلام الا اسمه**‘‘ (اسلام صرف نام کا باقی رہے گا اس کی حقیقت اور اس کی روح ختم ہوجائے گی)

دنیا میں مسلمانوں کی حالت زار: اس وقت پوری دنیا میں مسلمان پریشان کیوں؟ مسلمانوں پر ہر طرف سے حالات کیوں آرہے ہیں؟ کیا کبھی ان حالات میں مسلمانوں نے اپنی ذمہ داری کا احساس کیا ہے؟ کیا کبھی اپنی کمزوریوں اور خداتعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کا احساس ہوا؟ نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ اللہ پاک نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے۔

لیکن اجب مسلمان اللہ پاک کے احکام کی تعمیل نہیں کرے گا، تو وہ دنیا میں بھی پریشانیوں میں مبتلا کرسکتا ہے، آج دنیا میں جو ہر طرف مسلمان پریشان ہے اور ہر ایک اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ رہا ہے ہوسکتا ہے کہ وہ ہماری بداعمالی اور خدا کے حکم عدولی کی سزا ہو؟ اللہ پاک نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: خدائے پاک کسی قوم کے حالات اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ قوم اپنی حالت خود نہ بدلے، اللہ پاک ہمیں معاف فرمائے اور اپنے اعمال درست کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

دوسری بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی: ’’**لایبقی من القرآن الارسمه**‘‘ ایسا زمانہ اور ایسا وقت آنے والا ہے کہ جس میں قرآن کریم کے صرف اور صرف حروف باقی رہ جائیں گے، قرآن عظیم کی روح باقی نہیں رہے گی، قرآن کریم خوب دستیاب ہوگا اور اس کے پڑھنے والے یاد کرنیوالے بھی کثیر ہوں گے، لیکن کتاب اللہ کو عملی زندگی میں داخل کرنے والے صفر کے درجہ میں ہوں گے، فضائل قرآن میں ایک حدیث شریف کا مفہوم منقول ہے کہ ’’عنقریب ایک ایسی جماعت آئے گی جو قرآن کریم کو خوب سنوار یگی، درست کرے گی اور رعایت مخارج میں خوب تکلف کرے گی اور یہ سب دنیا کے واسطے ہوگا، ایسے زمانہ کے بارے میں فرمایا کہ صرف حروف باقی رہ جائیں گے اور روح ختم ہوجائے گی، اللہ پاک ہم سب کو قرآن کریم کے مطابق زندگی بنانے کی توفیق دے۔

تیسری بات پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ’’**مساجدهم عامرة وهي خراب من الهدیٰ**‘‘ ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جس زمانہ میں لوگ مسجدیں خوبصورت انداز سے اور کثرت کے ساتھ تعمیر کریں گے، مگر وہ مسجدیں ہدایت سے دور ہوں گی خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھنے والوں کے نہ ہونے کی وجہ سے ویران ہوں گی آج کے زمانہ میں ماہ رمضان میں مساجد میں جگہ نہیں ملتی اور جونہی رمضان گیا مساجد مصلیوں سے خالی ہوگئی، مسجدیں صرف رمضان میں آباد کرنے کے لئے ہیں؟ بلکہ مساجد کا اصل مقصد تمام مسلمان فرض نمازیں مسجدوں میں جاکر جماعت سے ادا کریں اور فرض نمازیں رمضان وغیر رمضان ہر زمانہ میں یکساں طور پر حکم رکھتی ہیں، اللہ تعالی ہم سب کو پیارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

Scanned with CamScanner

اسلامی معاشرے میں مساجد کا وسیع کردار

مفتی عین الحق امینی قاسمی

مسجد اللہ کا گھر ہے، جہاں نہ صرف عبادت، اطاعت اور ریاضت کے فرائض ادا کئے جاتے ہیں، بلکہ مسجد میں خدمت خلق اور دعوت دین کا مرکز بھی رہی ہیں، وہاں سے مذہبی پیغام بھی جاری ہوتا اور سماجی زندگی سے وابستہ ثقافتی، دعوتی، اصلاحی، تعلیمی، فلاحی، معاشی، پیغام بھی ۔ روحانی سمیت زندگی میں کام آنے والی حکمت و تدبر کا درس بھی دیا جاتا تھا، وہ اسلامی اقامت گاہ کے طور پر بھی استعمال ہوتی رہیں اور وہاں سے سماجی ناہمواریوں کے خلاف پلاننگ اور دستور بھی طے ہوتے رہے، مسجدوں سے عقیدہ توحید کی صدا بھی لگائی جاتی تھی اور بد باطن کا تزکیہ بھی ہوتا تھا، علم و ہنر کی گتھیاں بھی سلجھائی جاتیں اور سیاست وحکومت کا کردار بھی نبھایا جاتا، وہاں جذبہ انسانیت بھی سکھایا جاتا اور جذبہ عفو و درگذر بھی، راست گوئی کی تاکید بھی کی جاتی اور راست گوئی کے تقاضے بھی بتلائے جاتے تھے، یعنی مذہبی وسماجی زندگی کا ہمہ جہت کردار اسی ایک مسجد سے ادا ہوتا تھا، جسے ہم نے اب صرف سجدوں اور پانچ وقت کی باجماعت نمازوں کے لئے مختص کر کے اُس کے وسیع کردار کو محدود کردیا ہے۔ علامہ مناظر احسن گیلانی نے مسجد کے وسیع دائرہ کار کو ذکر کرتے ہوئے بہت خوب لکھا ہے:

’’آخر میں پوچھنا چاہتا ہوں کون گن سکتا ہے اُن مسجدوں کو جو ایشیا و افریقہ اور یوروپ کے بعض دور دراز حصوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ جن میں دلی کی جامع مسجد بھی ہے اور احمد بن طولون کا جامع بھی، جامع اموی دمشق بھی اور قاہرہ کی مسجد از ہر بھی، بڑی مسجدوں سے دیہاتوں اور قریوں کی چھوٹی سفال پوش مسجدوں تک، سب پر جو کچھ خرچ ہو چکا ہے، کیا یہ مبالغہ ہوگا اگر اربوں میں اس رقم کا تخمینہ کیا جائے جو ان مسجدوں کی تعمیر کے لئے مسلمان اپنی جیبوں سے نکال چکے ہیں۔ اُن مسجدوں کی گنجائش کے سوا ہر مسجد تقریباً اپنے ارگرد وقفی زمین کا کافی حصہ رکھتی ہے، جن کو خریدنے پر ہم اگر آمادہ ہوں تو کروڑ کی رقم بھی کافی نہیں ہوسکتی، ہم اُن مسجدوں کی اُن ملحقہ زمینوں سے کام بھی لے سکتے ہیں۔ اگر مساجد کی عمارت کافی نہ ہو۔ کیا کام لے سکتے ہیں؟ مدارس کا کام، اطراف کی زمینوں میں طلبہ کی قیام گاہوں کی تعمیر کا کام، شفاخانہ کا کام اور پنچایت کے اصول پر باہمی جھگڑوں کے چکانے کے لئے دارالقضاء کا کام، مسافروں کی قیام گاہ کا کام، عمارت کی خاص قسم جس کا نام المسجد ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم کیا ہوا ایک نظام ہے۔

سب سے پہلی مسجد جو مدینہ منورہ میں بنائی گئی، وہ پانچوں وقت کی نماز کی جگہ بھی تھی، اُس میں صفہ کا مدرسہ بھی تھا، اُسی کے ملحقہ میں مسافر بھی ٹھہرائے جاتے تھے اور زخمیوں کے لئے خیمہ بھی اُسی حصے میں گاڑا جاتا تھا، مقدمات بھی اُسی عمارت میں طے ہوتے تھے، پس ہمیں جو کچھ کرنا ہے، سب کا نمونہ اسی پہلی مسجد میں قائم کر دیا گیا تھا، بلکہ عہد فاروقی میں اُس کے متصل ادب و شاعری کے چرچے کے لئے ایک جگہ بھی مختص کر دی گئی تھی، اسلامی ممالک کے طول و عرض میں ہر دو میل پر عمارتیں بھی بن چکی ہیں، کافی اراضی ان عمارتوں کے ارد گرد حاصل کرلی گئی ہیں، صرف اُن ہی کاموں کو کرنے کی ضرورت ہے، جو سب سے پہلی مسجد میں انجام دیئے جاتے تھے۔‘‘ (ہفت روزہ نقیب پھلواری شریف پٹنہ مطبوعہ: 14 ستمبر 1994)

گرچہ مساجد میں بنیادی طور پر نماز کو اہمیت اور اولیت حاصل ہے، لیکن اُس کا مقصد بھی اجتماعیت کے قیام سے وابستہ ہے۔ اسی طرح دیگر رفاہی امور کی انجام دہی بھی اگر مساجد کو پلیٹ فارم مان کر شروع کیا جائے تو اجتماعیت کا مقصد مزید بہتر طریقے سے انجام پا سکتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں مسجد اور اس کے اجتماعی نظام کے حوالے سے ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جو کسی بھی دوسری قوم کے پاس اتنا جامع نظام نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عہد صحابہ رضی اللہ عنہ میں بھی سماجی، معاشرتی تعلیمی، رفاہی، روحانی اور سیاسی ۔ سرگرمیاں مساجد سے ہی انجام پاتی رہیں۔ آج بھی ہمارے یہاں بعض علاقوں میں سماجی سطح پر مسجدوں سے تعلیمی، رفاہی اور دیگر شعبوں میں منظّم انداز میں پابندی سے کام ہو رہا ہے، جو یقیناً سراہنے کے قابل ہے۔ مسجدوں سے تعلیمی نظام مٹتا جا رہا ہے، کیوں نہیں اُس کی فلک بوس اور پختہ عمارتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دین و دنیا کے خانوں میں علم کو تقسیم کئے بغیر مطلق تعلیمی بیداری کی تحریک شروع کی جائے، جس میں قرآن کا حلقہ بھی ہو اور مسند حدیث بھی، فزیکس کیمسٹری، بایولوجی، ہسٹری، جغرفی ہی ویکس اور علم ریاضی سمیت ہر اس علم کی بساط بچھائی جائے جس کی ہماری نسلوں کو ضرورت ہے۔ مسلمانوں کے ہر طرح کے اجتماعات کو اندرون مسجد انجام دینے کی کوشش کی جائے تاکہ مسلمان اپنے معاملات کو مسجدوں میں حل کرنے کے عادی بنیں، مسجدوں سے جڑ کر اُس کی عظمت وتقدس کی برکت سے دلوں کو آباد کرنے والے بھی بنیں اور باہر کی گندگیوں سے دلوں کو بچائیں۔ شادیوں میں لاکھوں روپے جو ہم ٹینٹ اور شامیانے پر خرچ کرتے ہیں، مسجدوں میں اپنی تقریبات کو انجام دے کر ہم ان پیسوں کو اپنی نسلوں کی اعلی تعلیم پر خرچ کر سکتے ہیں۔ اعلی تعلیم گاہوں کے لئے عمارت کی ضرورت بھی اُس کا اہم حصہ ہے اور حسن اتفاق کہ ہماری بیشتر مساجد الحمدللہ سہ منزلہ، دو منزلہ ہیں یا کم از کم یک منزلہ اور کشادہ و پختہ تو ضرور ہیں، کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ ہم ماحول سازی کر کے انہیں پانچوں وقت کی نمازوں کے قیام کے ساتھ ایک با مقصد تعلیم و تربیت گاہ کے طور بھی منظّم اور مربوط انداز میں استعمال کریں، جہاں ستاروں پر کمندیں ڈالنے کا بھی گن سکھایا جائے اور ستاروں کے پیدا کرنے والوں کی معرفت بھی عطا کی جائے۔ اس سے مسجدیں آباد بھی رہیں گی اور آباد کرنے والے بھی تیار ہوتے رہیں گے۔ مساجد میں اپنے تمام تر ہمہ جہت موضوعات کے ساتھ جس طرح قرآن وحدیث کی تعلیم کی گنجائش ہے، جس میں سماجی، اصلاحی، اخلاقی، معاشی، حربی، اقدامی، دفاعی، جراحی، قانونی، فکری، فنی اور ضروریات زندگی کے ایک ایک پہلو کی تفصیلات موجود ہیں، اُسی طرح عصری زبان وطریقہ تعلیم کی مدد سے اُن مذکورہ بالا مواد کو بھی پڑھنے پڑھانے کی غرض سے مساجد کا استعمال روا رکھا جانا چاہئے، تاکہ ایک محفوظ درسگاہ کی مثبت جہتوں سے فایدہ اٹھا کر عام کلاسیز کی عصری انارکی سے ہمارے بچے محفوظ بھی رہ سکیں۔

کیا یہ سچائی نہیں ہے کہ تقریباً تین صدیوں تک مساجد ہی درسگاہ کے طور پر استعمال ہوتی رہی ہیں اور تمام طرح کے علوم وفنون اُس میں پڑھائے جاتے رہے ہیں اور سب سے پہلی درسگاہ صفہ کا تعلق بھی آخر مسجد سے ہی تھا، جامع از ہر بھی اصلاً وہ ایک مسجد ہی ہے جو بعد کے دنوں میں اپنے مقام ومتنوع اور جامع نظام تعلیم وتربیت کی وجہ سے دنیا کی عظیم تر یونیورسٹی کی فہرست میں آج بھی اولین مقام کی حامل ہے۔ اسی طرح اُس کے ایک حصے کو مہمان خانہ کے طور پر بھی مختص کر دعوتی ذمہ داریوں کی انجام دہی میں آنے والے نئے ساتھیوں کو شریک کیا جاسکتا ہے، جس سے مذہبی امور پر عمل درآمد کی دعوت اور اُس کے فلاحی وآفاقی پیغام کو بھلے طریقے پر اُن کی مدد سے اوروں تک بخوبی پہنچایا جاسکتا ہے۔ قرون اولیٰ، معاشی استحکام کے لئے بھی جب فنڈ ز کی ضرورت پڑی تو مسجد سے اعلان ہوتا اور مسجد میں ہی ہر مد کے لئے الگ الگ فنڈ ز اکٹھا ہوتے، یہ مالی معاونت، کبھی اعلانیہ تو کبھی خفیہ طریقے پر ہوتی تھی، مال غنیمت سے لے کر ہدایا تحائف تک سے حاصل ہونے والا مال بھی مسجد میں ہی اکٹھا ہوتا اور وہیں سے سماجی سطح پر تقسیم عمل میں آتی لوگوں کی معاشی صورت حال کی کارگذاری مسجد میں ہی پیش کی جاتی اور وہیں سے اُن کے گھر تک مال کفاف روانہ کیا جاتا تھا۔

ہر اسلامی معاشرے میں مسجد کمیٹی کو اتنا منظّم اور مستحکم بنایا جائے کہ اس سے اُس آبادی کی مذہبی ضرورت بھی پوری ہو اور سماجی ضرورت بھی مسجد کمیٹی کی فعالیت اور اس کی دین پسندی سے فایدہ اٹھا کر کیوں نہیں اُس کے زیر اثر تعلیمی، رفاہی اور سماجی خدمات کے ادارے قائم کئے جائیں، معیاری ہسپتال، اُس کے لوازمات، اکیڈمیاں، اسکولس، مرد و زن کے الگ الگ تربیتی مراکز اور نشریاتی ادارے قائم کئے جائیں یہ سب ناممکن اس لئے بھی نہیں ہیں کہ بہت سی جگہ پر باتوفیق افراد اس کام کو بھلے طریقے پر عملاً کر بھی رہے ہیں، دوسرے یہ کہ مسجدوں کا تقدس آج بھی مسلمانوں کے دلوں موجود ہے اور مسجدوں کی خدمت کے لئے اُن کے ہاتھ کھلے ہیں۔ عمومی سطح پر مسجد کمیٹی کے تئیں لوگوں کی انگلیاں بھی نیچے ہوتی ہیں، چوں کہ ہزار کمیاں اور خامیوں کے باوجود وہاں لوٹ کھسوٹ کی نوبت نہ کہ برابر پیش آتی ہے، اس لئے بہر صورت مسجد کمیٹی کو منظّم ومتحرک کیا جانا چاہئے۔ بنیادی طور پر متحمل با شعور عالم دین کو امام منتخب کیا جائے، جو صرف دو رکعت کے امام نہ ہوں، بلکہ وہ پورے سماج کے ہر طبقے کا امام ہو اور وہ اپنے اثر ورسوخ کی حفاظت کرنے والے بھی ہوں، چاپلوس اور ذمہ داران سے ذہنی طور پر مرعوب نہ ہوں، بلکہ معاشرے میں مثبت ماحول سازی اور دعوتی جذبے سے مذہبی فکر کو عام کرنے کے لیے امامت کے منصب کو عزت و وقار اور بالا دستی کا متحمل بنانے کے قابل ہوں، کم از کم اتنا نافع ضرور ہوں کہ نئی نسل ائمہ حضرات کی علمی و روحانی بصیرتوں سے بے تکلف مستفید ہو سکیں اور بقول جناب عمیر انس: ’’ایک امام صرف نماز نہیں پڑھاتا بلکہ وہ اپنے نمازیوں کو تحریک دیتا ہے، اُن کے اخلاق اور کردار کو بھی بہتر بنانے پر توجہ دیتا ہے، محلے کے بچے اور جوان اُس کو ایک اچھے انسان کی مثال کے طور پر دیکھتے ہیں، ملک میں لاکھوں مساجد ہیں، بہت بڑی، بہت چھوٹی اور اوسط رقبے والی، کروڑوں مسلمان روزانہ اُن اماموں کو دیکھتے ہیں، سنتے ہیں، پوچھتے ہیں جواب لیتے ہیں، کیا آپ کو نہیں لگتا آپ کے عوامی کلچر میں اتنا اہم کردار اور سب سے زیادہ نظر آنے والا کردار سب سے موثر کیوں نہ ہو؟ کیوں نہ امام کے مختلف گریڈز کے اعتبار سے انکی تنخواہیں سٹینڈرڈ بنائی جائیں، اگر چپراسی کا انتخاب آپ مقابلہ سے کرتے ہیں، ٹھوک بجا کر منتخب کرتے ہیں، تو امام کا تقرر کیوں نہیں ملک گیر امتحان سے کریں، آپ پچاس شرطیں رکھ دیجئے! لیکن ہر شرط پر ایک ہزار روپیے کا اضافہ رکھیۓ! پچیس ہزار، رہائش اور اسکے بچوں کی تعلیم اور صحت کی گارنٹی دے دیجئے، اُس کے بعد آپ دیکھیں جے این یو اور آئی آئی ٹی کے طلبہ بھی عربی زبان سیکھ کر قرآن یاد کر کے امام بننے کی خواہش کریں گے، مدارس کے فارغین بھی یہ سوچنا بند کردیں گے کہ اگر زندگی میں کچھ نہیں ملا تو امامت تو ملے گی ہی‘‘۔

مسجد کی سماجی اہمیت کو پروان چڑھایئے، وہ مسجد جہاں سے زندگی کی ساری سرگرمیاں انجام پاتیں، اب موجودہ سماج میں اُسی مسجد کا تصور محض نماز پڑھنا تسبیح اور کچھ وظیفہ پورا کرنا ہو کر رہ گیا ہے، وہ مسجد جس کی بات بات پر اسلامی معاشرے کو ضرورت ہوا کرتی تھی، اب اُسی مسجد سے مسلمان اتنا بے نیاز ہو گیا کہ ہفتہ اور سال میں ایک آدھ بار جانے سے بھی اُس کی صحت پر کوئی فرق نہیں پڑتا، چوں کہ وہ یہ جان رہا ہے کہ مسجد کی ضرورت تو صرف نماز کے لئے ہے اور نماز کو اُس نے ذاتی مسئلہ سمجھا ہوا ہے، اس لئے کبھی بھول سے بھی مسجد جانے کی نوبت نہیں آتی لیکن اگر اُس کے بار بار کے مسائل مسجد سے وابستہ ہوتے تو یقیناً اُس کا دل مسجد کے ماحول سے اس درجہ نہ خائف ہوتا اور نہ محروم! موجودہ حالات میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ اسلامی معاشرے میں مساجد کے کردار کو اہمیت دی جائے، اسے نئی نسل کے سامنے لایا جائے، مساجد کے مقاصد کثیرہ کو واضح کیا جائے، مساجد کی افادیت کو منہج نبوی اور منہج صحابہ کے طرز حیات وسیرت پر کثیر الجہات ملی خدمتوں کا مرکز بنایا جائے۔ یہ بات قابل قدر ہے کہ امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ نے اپنے اپنے متنوع نظام میں امور مساجد کو فوقیت دیتے ہوئے باضابطہ شعبہ امور مساجد قائم کر کے نہ صرف خدمات امارت میں اضافہ فرمایا، بلکہ اسلامی معاشرے کو مساجد کے ہمہ جہت کردار سے واقف کرانے کی دیرپا اور دور رس کوششیں شروع کر دی ہیں، یقیناً ان لائق تحسین کاوشوں سے اسلامی معاشرے کے اندر مسلمان اپنی ذمہ داریوں کو بھی ادا کریں گے اور سماجی سطح پر اس کے دیرپا مثبت اثرات سے عام لوگوں کو بھی متعارف کرانے کا مضبوط ذریعہ بنیں گے۔ امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کی طرف سے اپنے پورے حلقہ اثر میں اسلامی معاشرے کو مساجد سے جوڑنے کی تحریک و رہنمائی اور مشاورتی اجلاس کا بروقت انعقاد، ایک بڑی خدمت ہے، یہ تحریک امارت شرعیہ بہار سے اٹھی ہے تو انشاء اللہ پورے ملک میں پھیلے گی۔

Scanned with CamScanner

اخبار جهاں ، بزنس روزگار و کیرئیر

(از: محمد اسعد اللہ قاسمی نالندوی)

میونخ سکیورٹی کانفرنس، سعودی وزیر خارجہ شہزادہ فیصل بن فرحان جرمنی پہنچ گئے

سعودی عرب کے وزیر خارجہ شہزادہ فیصل بن فرحان میونخ سکیورٹی کانفرنس میں مملکت کے وفد کی سربراہی کریں گے، عرب نیوز کے مطابق جمعرات کو سعودی وزیر خارجہ شہزادہ فیصل بن فرحان جرمنی پہنچے تھے، مملکت کی وزارت خارجہ نے کہا ہے کہ شہزادہ فیصل بن فرحان کی جانب سے سب سے نمایاں بین الاقوامی امور اور امن وسلامتی کو مستحکم کرنے کے لیے کثیر الجہتی عمل کو بڑھانے کے طریقوں پر بات چیت متوقع ہے، سعودی وفد دیگر ممالک کے وفود کے سربراہوں اور کانفرنس میں شرکت کرنے والی اہم شخصیات سے ملاقاتیں بھی کرے گا (ایجنسی)

روس سیٹلائٹ شکن ہتھیار تیار کر رہا ہے: امریکہ کا انتباہ

امریکہ کا کہنا ہے کہ روس ایک نیا اینٹی سیٹیلائٹ (سیٹیلائٹ شکن) ہتھیار تیار کر رہا ہے، وائٹ ہاؤس کے ترجمان جان کربی کا یہ بیان ایک سینئر ریپبلکن کی جانب سے 'قومی سلامتی کو لاحق سنگین خطرے' کے بارے میں جاری مبہم انتباہ کے بعد آیا ہے، بی بی سی کے امریکی پارٹنر سی بی ایس نیوز کی رپورٹ کے مطابق کہ یہ ہتھیار خلا پر مبنی ہے اور سیٹلائٹ کو نشانہ بنانے کے لیے جوہری ہتھیاروں سے لیس ہے، جمعرات کے روز وائٹ ہاؤس کے ترجمان نے اس کی تصدیق نہیں کی اور اس خطرے کے بارے میں مزید تفصیلات پیش کرنے سے انکار کر دیا، ماسکو نے امریکہ پر الزام لگایا کہ وہ نئے روسی ہتھیاروں کے دعوؤں کو کانگرس کو یوکرین کی اضافی امداد منظور کرنے پر مجبور کرنے کے لیے استعمال کر رہا ہے (بی بی سی)

قطر میں سزائے موت کے منتظر انڈین بحریہ کے آٹھ سابق افسران کی واپسی

قطر میں سزائے موت کے منتظر انڈین بحریہ کے آٹھ سابق افسران کی رہائی اور انڈیا واپسی کو وزیر اعظم مودی کی بڑی سفارتی کامیابی قرار دیا جا رہا ہے، یاد رہے کہ انڈین حکومت نے 12 فروری کو آگاہ کیا تھا کہ قطر میں سزائے موت پانے والے انڈین نیوی کے تمام افسران کو رہا کر دیا گیا ہے جبکہ ان میں سے سات واپس انڈیا بھی پہنچ چکے ہیں، اگرچہ انڈین اور قطری حکومت نے یہ تفصیلات نہیں بتائیں کہ ان افراد کو کس جرم میں سزائے موت سنائی گئی تاہم 'روئٹرز' اور 'فنانشل ٹائمز' کا دعویٰ ہے ان افراد پر 'اسرائیل کے لیے جاسوسی' کا الزام تھا، سوشل میڈیا پر ابھی ان افراد کی رہائی اور 'انڈیا کی سفارتی کامیابی' کا چرچا ہو ہی رہا تھا کہ سابق انڈین وزیر اور بھارتیہ جنتا پارٹی کے رہنما اور رکن پارلیمان سبرامنیم سوامی نے ایک ٹویٹ میں دعویٰ کیا کہ (ان افراد کی رہائی) 'کا سہرا بالی وڈ سٹار شاہ رخ خان کو جاتا ہے کیونکہ یہ اُن کی ہی کاوشوں کا نتیجہ ہے، یہ ٹویٹ سامنے آنے کے بعد لوگوں کی توجہ مودی اور ان کی کامیابی سے ہٹ کر شاہ رخ خان پر مرکوز ہوگئی تاہم جلد ہی شاہ رخ خان کے دفتر نے اس دعوے کو مسترد کر دیا اور اسے بے بنیاد قرار دیا، لیکن سوشل میڈیا پر زیادہ تر لوگ شاہ رخ خان کی خلیجی ممالک میں قبولیت کے پیش نظر اس دعوے کو صداقت پر مبنی قرار دے رہے ہیں اور انھیں رہائی کے معاملے میں انڈیا کا 'اصل سفیر' بتا رہے ہیں (بی بی سی)

یوکرین کا روسی جنگی جہاز کو تباہ کرنے کا دعویٰ

یوکرین کی مسلح افواج نے دعوی کیا ہے کہ روس کا 'سیزر کونیکوف' نامی بڑا بحری جنگی جہاز کریمیا کے ساحل پر ڈوب گیا ہے، مقامی ذرائع ابلاغ کے مطابق بدھ کو علی الصبح کریمیا میں زوردار دھماکوں کی آوازیں سنی گئی جو ظاہر کرتی ہیں کہ اس جنگی جہاز کو یالٹا قصبے کے جنوب میں حملے کا نشانہ بنایا گیا، یوکرین کے انٹیلیجنس ڈائریکٹوریٹ نے اس حملے کی ایک مبینہ ویڈیو بھی جاری کی ہے جس کے بارے میں ان کی جانب سے دعوی کیا جا رہا ہے کہ اس ویڈیو میں دیکھا جا سکتا ہے کہ ماگورا V5 سمندری ڈرون بحری جہاز پر حملہ کر رہے ہیں، یاد رہے کہ ماضی میں یوکرین نے مقبوضہ کریمیا میں روس کے بحری بیڑے کو بارہا نشانہ بنایا ہے، گذشتہ سال کی سیٹلائٹ تصاویر میں دیکھا جا سکتا تھا کہ زیادہ تر روسی بحری بیڑہ جزیرہ نما کو چھوڑ کر واپس روسی بحیرہ اسود کی بندرگاہ نوورسیسک جا چکے ہیں، مغربی دفاعی اتحاد کے سیکریٹری جنرل جینز اسٹولٹن برگ نے کہا ہے کہ یوکرینی افواج نے حالیہ مہینوں میں 'عظیم فتح' حاصل کی ہے، جس سے روس کے بحری بیڑے کو 'بھاری نقصان' پہنچا ہے اور اس کے نتیجے میں یوکرینی اناج کی برآمدات کے لیے راہداری کُھلی ہے (بی بی سی اردو)

یوتھنیزیا: نیدرلینڈز کے سابق وزیر اعظم اور ان کی اہلیہ نے اکٹھے موت کو گلے لگالیا

دی رائٹس فورم نے اپنے بانی اور نیدرلینڈز کے سابق وزیر اعظم ڈراس وان اگٹ کی موت کا اعلان اس بیان کے ساتھ کیا کہ وین اگٹ نے اپنی اہلیہ یوجین کے ہمراہ 'یوتھنیزیا' کے ذریعے رواں ماہ کے آغاز پر موت کو گلے لگایا ہے، 'یوتھنیزیا' ایسی موت کو کہا جاتا ہے جس میں لاعلاج مرض یا انتہائی تکلیف میں مبتلا شخص کی درخواست پر ڈاکٹر کسی مریض کی جان بغیر کوئی تکلیف دیے ممکن بناتا ہے، نیدرلینڈز میں سنہ 2002 سے 'یوتھنیزیا' اور خودکشی میں معاونت کی اجازت ہے، اس طرح سے موت کو گلے لگانے کی اجازت قانونی طور پر ہونے کے باعث کئی جوڑوں نے یوتھنیزیا کے ذریعے ایک ساتھ مرنے کی اپنی خواہش کو پورا کیا ہے، اس عمل کے دوران ڈاکٹر عموماً دوا کی ایک مہلک خوراک کے ذریعے موت کو یقینی بناتے ہیں، نیدرلینڈز کے سابق وزیر اعظم ڈراس وان اگٹ اور ان کی اہلیہ کی عمریں 93 سال تھیں، جب 5 فروری کو دونوں نے 'ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے' موت کو گلے لگایا، دی رائٹس فاؤنڈیشن کے مطابق ان دونوں کی صحت کی مسلسل بگڑتی ہوئی صورتحال کے باعث انھوں نے موت کو قبول کرنے کا فیصلہ کیا تھا، وان اگٹ، ایک بااثر سیاست دان تھے جن کی طویل خدمات رہی ہیں، انھیں سنہ 2019 میں فالج کا دورہ پڑا جس سے وہ کبھی بھی مکمل طور پر صحت یاب نہیں ہو سکے جبکہ ان کی اہلیہ یوجین کی صحت بھی خراب تھی (اردو نیوز)

بہار میں اساتذہ کی بھرتی کا تیسرا مرحلہ شروع

بہار پبلک سروس کمیشن (BPSC) ریاست میں اساتذہ کی بھرتی کا تیسرا مرحلہ شروع کرنے جا رہا ہے، اس کے تحت پرائمری اسکول (کلاس 1 سے 5 تک) مڈل اسکول (کلاس 6 سے 8 تک) سیکنڈری اسکول (کلاس 9 سے 10 تک) اسپیشل اسکول (کلاس 9 سے 10 تک) اور ہائیر سیکنڈری اسکول (کلاس 11 سے 12 تک) میں اساتذہ کی تقرری کے لیے درخواستیں طلب کی گئی ہیں، آسامیوں کی تعداد کا ابھی فیصلہ نہیں ہوا ہے؛ لیکن فیز 1 اور فیز 2 میں آسامیوں کو دیکھ کر خیال کیا جا رہا ہے کہ فیز 3 میں بھی بمپر بھرتیاں کی جا سکتی ہیں، بہار کے اصل باشندوں کو ریزرویشن کا فائدہ ملے گا، دیگر ریاستوں کے تمام زمروں کے امیدوار غیر محفوظ زمرہ میں درخواست دینے کے اہل ہوں گے، آن لائن درخواست کی آخری تاریخ 23/فروری 2024 مقرر کی گئی ہے، امیدوار کا سینٹرل ٹیچر اہلیت ٹیسٹ (CTET)/ بہار ٹیچر اہلیت ٹیسٹ (BTET) ہونا ضروری ہے۔

☆ درخواست کی فیس: 750 روپے ☆ ST/SC زمرہ، خواتین اور معذوروں کے لیے 200 روپے ☆ درخواست کے عمل کی شروعات کی تاریخ: 10 فروری 2024ء ☆ آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ: 23/فروری 2024 ☆ لیٹ فیس کے ساتھ درخواست دینے کی آخری تاریخ: 25 فروری 2024 ☆ ویب سائٹ: www.bpsc.bih.nic.in ☆ تحریری امتحان میں کل 150 سوالات پوچھے جائیں گے اور یہ امتحان 150 نمبروں کا ہوگا، اس کا وقت 02.30 گھنٹے مقرر کیا گیا ہے۔

لاء ریسرچ ایسوسی ایٹ کی 24 آسامیوں کے لئے نوٹیفکیشن

نیشنل کمپنی لاء اپیلٹ ٹریبونل نے لاء ریسرچ ایسوسی ایٹ کی 24 آسامیوں پر بھرتی کے لیے نوٹیفکیشن جاری کیا ہے، یہ آسامیاں نئی دہلی اور چنئی کے لیے کنٹریکٹ کی بنیاد پر پُر کی جائیں گی، یہ تقرری ابتدائی طور پر ایک سال کی مدت کے لیے کی جائے گی، جسے زیادہ سے زیادہ تین سال تک بڑھایا جا سکتا ہے، درخواست بذریعہ ڈاک بھیجنی ہوگی، درخواستیں قبول کرنے کی آخری تاریخ 07 مارچ 2024 ہے۔

☆ کل عہدے: 24 ☆ (کام کی جگہ کے مطابق آسامیوں کی تعداد) نئی دہلی: 20، چنئی: 04 ☆ قابلیت: کسی تسلیم شدہ یونیورسٹی/ انسٹی ٹیوٹ سے 50% نمبروں کے ساتھ قانون میں گریجویشن ☆ بار کونسل میں رجسٹرڈ ہونا ضروری ہے ☆ تحقیق اور تجزیاتی مہارتیں، لکھنے کی صلاحیت، کمپیوٹر آپریٹ اور سافٹ ویئر کا علم ☆ کمپنی اور دیوالیہ کے قانون کا بھی علم ہونا چاہیے ☆ اعزازیہ: 60,000 روپے ☆ درخواست دینے کی کوئی فیس نہیں ہے ☆ ویب سائٹ (www.nelat, nic.in)

جھارکھنڈ میں سی ڈی پی او کی 64 آسامیوں کے لئے درخواست مطلوب

جھارکھنڈ پبلک سروس کمیشن (JPSC) نے چائلڈ ڈیولپمنٹ پروجیکٹ آفیسر (CDPO) کے 64 عہدوں پر بھرتی کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں، امیدوار کی تقرری دو سال کی پروبیشن مدت کے ساتھ باقاعدہ بنیاد پر کی جائے گی، صرف جھارکھنڈ کے اصل باشندوں کو ریزرویشن کا فائدہ ملے گا، دیگر ریاستوں کے تمام زمروں کے امیدوار غیر محفوظ زمرہ میں درخواست دینے کے اہل ہوں گے، دلچسپی رکھنے والے امیدوار آن لائن درخواست دیں، درخواست کی آخری تاریخ 27 فروری 2024 مقرر کی گئی ہے۔

☆ انتخاب تحریری امتحان (ابتدائی اور اہم) اور انٹرویو پر مبنی ہوگا ☆ درخواست کی فیس: عام زمرہ، EWS زمرہ، انتہائی پسماندہ طبقے، پسماندہ طبقے کے امیدواروں کے لیے 600 روپے کی فیس قابل ادائیگی ہوگی ☆ جھارکھنڈ کے ST/SC زمرے کے امیدواروں کے لیے 150 روپے کی فیس قابل ادائیگی ہوگی، معذوروں کے لیے کوئی فیس نہیں ہے ☆ فیس آن لائن ادا کرنی ہوگی ☆ درخواست کا طریقہ: انسٹی ٹیوٹ کی ویب سائٹ (www.jpsc.gov.in) پر جائیں، ہوم پیج پر 'آن لائن درخواست' پر کلک کریں، نئے صفحہ پر، 'آن لائن ایپلیکیشن سسٹم' کے تحت، 'چائلڈ ڈیولپمنٹ پروجیکٹ آفیسر کی بھرتی، اشتہار نمبر- 21/ '2023 پر کلک کریں، نئے صفحہ پر، 'امتحان کی تفصیلات' کے تحت، 'چائلڈ ڈیولپمنٹ پروجیکٹ، اشتہار نمبر- 21/ 2023 کا اشتہار دیکھنے کے لیے یہاں کلک کریں' پر کلک کریں، بھرتی سے متعلق نوٹیفکیشن کی پی ڈی ایف فائل ڈاؤن لوڈ کریں، اسے اچھی طرح پڑھیں اور اہلیت کی جانچ کرلیں، 'لاگ ان' اور 'رجسٹر' کا آپشن 'Exam Details' کے بائیں جانب ظاہر ہوگا، رجسٹریشن کے لیے 'رجسٹر' پر کلک کریں اور مطلوبہ معلومات درج کریں، رجسٹریشن کے لیے یوزر آئی ڈی اور پاس ورڈ ای میل اور موبائل نمبر SMS کے ذریعے فراہم کیا جائے گا۔ پچھلے صفحے پر واپس جائیں اور 'لاگ ان' پر کلک کریں، اپنی ذاتی معلومات، تعلیمی قابلیت وغیرہ یہاں درج کریں۔ پاسپورٹ سائز تصویر، تصویر اور تعلیمی قابلیت سے متعلق تمام دستاویزات کی اسکین شدہ کاپی اپ لوڈ کریں۔ درخواست کی فیس ادا کرنے کے بعد، رسید کی اسکین شدہ کاپی اپ لوڈ کریں اور جمع کروائیں پر کلک کریں۔

ایک ہی چھت کے نیچے ہر طرح کی طباعت کفایتی شرح پر دستیاب
مدارس کے اشتہارات اور رسید کی چھپائی کا خصوصی نظم
Raseed | Calender
Pamphlet | Letter Head
Invoice Book | Handbill
Poster | Flex/Banner
Text Book | Notebook
News Paper | Magazine
Azimabad Printers
8434419421
9304022690
Add: Plot No. 905, Vachaspati Colony Road, Near- Kumhrar Gumti, Sandalpur, Patna-06

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

ہلدوانی کی مسجد اور مدرسہ کا انہدام عدالت عظمیٰ کی توہین: حضرت امیر شریعت

اتراکھنڈ کی تازہ واردات ہٹلر شاہی کا ثبوت

اتراکھنڈ کے ہلدوانی کے تھانہ بند بھولپورہ میں بلدیہ نے ناجائز قبضے کے نام پر ایک مسجد اور مدرسہ کو منہدم کردیا ہے۔ یہ انہدام بلدیہ اور وزیر اعلیٰ اتراکھنڈ کے ذریعے ایک ظالمانہ کاروائی ہے۔ جب بلدیہ کی ٹیم جائے وقوع پر پہونچی تو مسجد انتظامیہ اور مقامی آبادی وہاں پر جمع ہوگئی۔ وہاں کے لوگوں نے ان سے عدالتی حکمنامے کا مطالبہ کیا۔ بلدیہ کی طرف سے 2007 کا ہائی کورٹ کا فیصلہ پیش کیا گیا، حالانکہ اس فیصلہ کے خلاف مسجد انتظامیہ کے پاس سپریم کورٹ کا اسٹے آرڈر موجود ہے اور اسے ان کے سامنے پیش بھی کیا گیا۔ اس کے باوجود مظاہرین پر لاٹھی چارج کردی گئی اور گولیاں چلائی گئیں۔ تین کے موت اور تقریباً تین سو افراد کے زخمی ہونے کی اطلاع ہے۔ اور انہدامی کارروائی بھی کی گئی۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ نینی تال کی ڈی ایم وندنا سنگھ جی نے اپنے پریس ریلیز میں وہاں کی مقامی آبادی کے ذریعے پیش کردہ سپریم کورٹ کے اسٹے آرڈر کو ہائی کورٹ کے ایک پیپر کے طور پر ذکر کیا ہے۔ ایسے ذمہ دارانہ منصب پر بیٹھے ہوئے لوگوں کو ایسی غلط بیانی سے کام لینا کسی طرح درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہ حقیقت میں سپریم کورٹ کی بالادستی کو چیلنج ہے، حضرت امیر شریعت نے فرمایا کہ آخر کب سے ہائی کورٹ کو سپریم کورٹ پر ترجیح حاصل ہوگئی ہے؟ کیا یہ عدالت عظمیٰ کی توہین نہیں کہ سپریم کورٹ کا اسٹے آرڈر رہتے ہوئے ہائی کورٹ کے فیصلہ کو اتراکھنڈ کی سرکار نافذ کررہی ہے۔ اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ بابری مسجد کا انہدام، رام مندر کے حق میں فیصلہ، جامع مسجد محلّہ گیان واپی کا موجودہ ہنگامہ مہرولی اور ہلدوانی کی مسجد اور مدرسہ کی انہدامی کارروائی اور اس طرح کے واقعات کا تسلسل واضح اشارہ کررہا ہے کہ شاید اب اس ملک میں قانون کی حکمرانی آخری سانسیں لے رہی ہے۔ عدالتوں سے التماس ہے کہ وہ قانون کی حکمرانی کو یقینی بنائیں، یہ ان کا فرض منصبی ہے، انہوں نے مزید فرمایا کہ قانون کی حکمرانی کا خاتمہ ظلم کی حکمرانی کو مضبوطی فراہم کرتا ہے اور ظلم ملک میں بسنے والے ہر قوم کو تباہ کردے گا۔ یہ ملک کے لئے بہتر نہیں۔ اس طرح کے واقعات ظاہری طور پر مسلم مخالف ہیں لیکن آخری نتیجے کے طور پر ہر مذہبی گروہ کے خلاف ہے چاہے وہ سب سے چھوٹی اقلیت ہو یا سب سے بڑی اکثریت، انہوں نے مسلمانوں سے اور ملک سے محبت کرنے والوں سے اپیل کی ہے کہ وہ ملک کے تحفظ کے لئے اگر ضرورت پڑے تو آئینی جدو جہد کے لئے تیار رہیں۔ کیونکہ جب ایوان بگڑتے ہیں تو عوامی جدو جہد ہی اسے درست کرسکتی ہے۔ ہمیں یعنی سارے باشندگان ہند کو متحدہ طور پر ملک کے تئیں اپنی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے حکمراں طبقہ اور فرقہ پرست طاقتوں کو یہ پیغام اب دینا ہی ہوگا کہ اس ملک میں ہٹلر شاہی کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ جس طرح اقلیت آئین کی پابند ہے، اکثریت کو بھی اس کا پابند بننا ہوگا۔ اور جس طرح عوام آئین کی پابند ہے آئینی اداروں میں موجود لوگوں کو بھی چاہے وہ عدالتوں کے جج ہوں یا ریاستوں کے وزرائے اعلیٰ آئین کی پابندی کرنی ہوگی۔ انہیں منمانی کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

موریا میں پولیس کا رویہ افسوسناک وزیر اعلیٰ توجہ دیں: حضرت امیر شریعت

موریا میں ہوئے جھڑپ کو جلد قابو کرنے میں امارت شرعیہ کی نمایاں کاوش

15/فروری کو شام کے وقت دربھنگہ صدر بلاک کے موریا گاؤں میں اس وقت دو گروپ میں تنازعہ ہوگیا جب برادران وطن سرسوتی پوجا کے بعد مورتی کو دریا میں بہانے (وسرجن) کرنے جارہے تھے دراصل طے شدہ روٹھ کے خلاف برادران وطن نے پیش قدمی کی جس کی وجہ سے تنازعہ پیدا ہوا اور دیکھتے دیکھتے دونوں طرف سے پتھراؤ ہونے لگا پتھراؤ میں کچھ لوگ زخمی بھی ہوئے، اس کی خبر ذمّہ داران امارت شرعیہ کو ملی تو حضرت امیر شریعت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ کی ہدایت پر امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا شبلی القاسمی نے فوری طور پر حکومت بہار کے اعلیٰ افسران سے رابطہ کیا اور ان کی توجہ اس جانب مبذول کرائی، جس کے بعد افسران نے حالات کو بہتر بنانے کی یقین دہانی کرائی، حسب حکم مقامی سطح پر دارالقضاء امارت شرعیہ مہدولی دربھنگہ کے قاضی شریعت مفتی ارشد علی رحمانی نے دربھنگہ کے ڈی ایم اور ایس ایس پی سے رابطہ کیا اور معاملے سے باخبر کرکے ان سے حالات کو قابو میں کرنے کی درخواست کی دربھنگہ ضلع کے ایس ایس پی نے انہیں یقین دلایا کہ حالات قابو میں ہیں اور امن وشانتی کی بحالی کے لئے پولیس مسلسل کام کررہی ہے؛ چونکہ یہ واقعہ امارت شرعیہ کے تحت چلنے والے مشہور ادارے دارالعلوم الاسلامیہ کے ناظم تعلیمات جناب مولانا تبریز عالم قاسمی صاحب کے گاؤں ہی کا ہے اس لیے وہ بھی مسلسل امارت شرعیہ کے ذمہ داروں کو حالات سے باخبر کرتے رہے، دربھنگہ تنظیم امارت شرعیہ کے صدر جناب شوکت اخلاقی صاحب نے حادثہ کے جائے وقوع پر جاکر حالات کا معائنہ کیا اور امارت شرعیہ کے ذمہ داروں بتایا کہ پولیس بڑی تعداد میں جائے حادثہ پر پہونچ گئی ہے اور حالات پر قابو پالیا گیا ہے، مقامی قاضی شریعت مولانا ارشد علی رحمانی، مولانا قمر عالم اشفاق صاحب اور کئی افراد سے رابطہ میں ہیں، لیکن موصولہ اطلاعات کے مطابق پولیس نے اس معاملہ میں یکطرفہ کارروائی کرتے ہوئے کئی بے قصور مسلمانوں کو گرفتار کرلیا ہے اور ان کے ساتھ ناروا سلوک کرتے ہوئے ان کے گھروں میں گھس کر مار پیٹ اور گالی گلوج بھی کیا ہے، اس لئے قائم مقام ناظم جناب مولانا شبلی القاسمی نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ حضرت امیر شریعت نے اس صورتحال پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ پولیس کی جانب سے یکطرفہ کارروائی انصاف کا گلا گھونٹنے کے مرادف ہے، پولیس کی اس طرح کی کارروائی سے حکومت کی شبیہ بھی بگڑتی ہے، آپ نے حکومت کے اعلیٰ حکام سے اپیل کی ہے کہ وہ انصاف کو قائم کرنے میں اپنا کردار ادا کریں اور بے قصور مسلمانوں کو رہا کرتے ہوئے انہیں انصاف دلائیں، انہوں نے مزید کہا کہ امارت شرعیہ نے اپنے سو سالہ تاریخ میں ہمیشہ مسلمانوں کے تحفظ ملک میں بھائی چارے کے فروغ کے لئے نمایاں کردار ادا کیا ہے اس معاملہ میں بھی حضرت امیر شریعت، نائب امیر شریعت اور تمام ذمّہ داران امارت شرعیہ فکر مند ہیں اور اعلیٰ حکام سے رابطے میں ہیں، ساتھ ہی موریا کے لوگوں سے رابطہ کرکے حالات کا جائزہ لے رہے ہیں، اس موقع پر حضرت امیر شریعت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی صاحب مدظلہ نے لوگوں سے اپیل کی ہے کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، افواہوں پر دھیان نہ دیں اور امن وامان کی بحالی میں اپنا کردار پیش کریں، اللہ تعالیٰ موریا کے ساتھ پورے ملک میں امن وامان قائم رکھے اور مسلمانوں کی حفاظت فرمائے (آمین)

مسائل سے باخبر علماء اور حالات کا جرأتمندانہ مقابلہ کرنا زندہ قوم کی پہچان ہے: مولانا محمد شبلی القاسمی

تعلیم، تنظیم اور تقویٰ جیسی خوبیوں کے ذریعہ قومیں ترقی کی بلندیوں تک پہونچتی ہیں: مفتی محمد سہراب ندوی

ملک کے حالات تیزی سے بدل رہے ہیں اور بہت ممکن ہے کہ آنے والے دنوں میں حالات مزید سنگین ہوں ایسے وقت میں ایک زندہ اور باشعور ملت کی ذمہ داری ہے کہ وہ حالات کے رُخ کو پہچان کر اپنے آپ کو مضبوط و مستحکم رکھنے اور پوری جرأت و پامردی کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا کریں، غافل قوم نہ مشکل حالات کا سامنا کرسکتی ہے اور نہ اپنے وجود اور ملی شناخت کو محفوظ رکھ سکتی ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ہم سب حالات کے رُخ کو پہچانیں اور اپنی صلاحیتوں اور وسائل سے ملی استحکام کی فکر کریں، ان خیالات کا اظہار امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے مورخہ ۱۱رفروری ۲۰۲۴ء کو امارت پبلک اسکول گریڈیہہ کے احاطہ میں منعقد ضلع گریڈیہہ کے نقباء و نائبین، مدارس ومساجد کے ذمہ داران اور دانشوران کے ایک بڑے اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔ انہوں نے خاص طور پر مسائل سے باخبر رہنے معیاری تعلیم کو فروغ دینے آپسی اتحاد کو مضبوط بنانے اور رزق حلال کے حصول میں سبقت کرنے کی تلقین کی اور کہا کہ معیاری تعلیم کے بغیر ہماری نسل نہ مثالی مقام حاصل کرسکتی ہے اور نہ اپنی زندگی کو معیاری بنا سکتی ہے، اسی طرح آپسی اتحاد سے قوم باوزن بنتی ہے اور اللہ کی رحمت اور اس کی نصرت کی حقدار ہوتی ہے، اسی طرح رزق حلال سے زندگی میں برکت اور اعمال میں نورانیت پیدا ہوتی ہے، ضرورت ہے کہ آج کے اس اجلاس میں شریک ضلع کے بااثر شخصیات اور علماء وئمہ کرام اس فکر کو عام کرنے اور عملی طور پر ان خوبیوں کو ملت کی زندگی میں راسخ کرنے کی جدو جہد کریں گے۔ اس موقع پر موصوف نے ضلع گریڈیہہ میں امارت شرعیہ کی خدمات اور آئندہ کے منصوبوں پر بھی روشنی ڈالی، گریڈیہہ میں موجود اسکول کے درجات کو دسویں تک پہونچانے اور زیر تعمیر ہیلتھ سینٹر کے کام کو جلد ہی پورا کرنے کا یقین دلایا۔ امارت شرعیہ کے نائب ناظم جناب مولانا مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نے اپنے خطاب میں مساجد، مدارس، اوقاف، شہریت اور شریعت کو لاحق خطرات اور اس کے تحفظ کے عملی طریقوں پر روشنی ڈالی اور کہا کہ مدارس اور مساجد کے نظام کو قانونی طور پر صاف وشفاف رکھنا، اوقاف کے جائداد کی نگرانی، اس کے کاغذات کی حفاظت اور غیر رجسٹر جائداد کے رجسٹریشن کی تکمیل، شہریت سے متعلق کاغذات کی درستگی، ووٹر لسٹ میں ناموں کے اندراج اور اس کی درستگی کا اہتمام کرنا از حد ضروری ہے، انہوں نے بڑی وضاحت کے ساتھ کہا کہ جب تک ہم اپنے آپ کو بیدار نہیں رکھیں گے اس وقت تک مشکلات کا حل آسان نہیں ہوگا، انہوں نے شریعت کی حفاظت کا راستہ بتاتے ہوئے کہا کہ شریعت نام ہے راہ زندگی کا اور راستہ چلنے سے زندہ رہتا ہے، اس لیے اگر ہم شریعت کا تحفظ چاہتے ہیں تو شریعت کی راہ پر چلنا ضروری ہوگا، اس موقع پر نقباء و نائبین کو ان کی ذمہ داریوں سے بھی آگاہ کیا گیا، جناب مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نے ان امور سے متعلق امارت شرعیہ کی سرگرمیوں کا مفصل تذکرہ کیا اور امارت شرعیہ کے متحدہ نظام سے وابستہ رہ کر زندگی گذارنے کا عہد لیا۔ آسنسول بنگال کے معاون قاضی شریعت مولانا سعید اسعد قاسمی صاحب نے بھی اپنے خطاب میں مختلف سماج کی برائیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ان خرابیوں سے سماج کو پاک کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ قاضی شمس الحق قاسمی سابق قاضی شریعت گریڈیہہ نے خواتین کے درمیان مختلف انداز میں سود کے بڑھتے کاروبار کے مضر اثرات کو بیان کرتے ہوئے معاشرہ کو سود کی لعنت سے پاک کرنے کی تلقین کی۔ گریڈیہہ کے مشہور عالم دین مولانا صغیر احمد قاسمی امام وخطیب جامع مسجد کولڈیہا گریڈیہہ اور جناب مولانا ادریس قاسمی امام وخطیب جامع مسجد بھنڈارڈیہہ نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور پورے جوش ایمانی کے ساتھ امارت شرعیہ اور امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ کی ہدایات اور تحریکات کو مستحکم بنانے کا عزم دہرایا۔ اجلاس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، جناب مولانا مزمل حسین قاسمی مبلغ امارت شرعیہ نے نظامت کے فرائض انجام دیئے۔ صدر اجلاس قائم مقام ناظم امارت شرعیہ جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب کی دعا پر اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ اس اجلاس کو کامیاب بنانے میں جن حضرات نے خصوصی محنتیں کیں ان میں مولانا مزمل حسین قاسمی، مولانا عثمان رحیمی، مولانا سرفراز مظاہری، مولانا علی حسین ثاقبی، قاری شفیع اللہ رحمانی مبلغین امارت شرعیہ و جناب ساجد صاحب، نواب صاحب، قاضی ابو صالح صاحب ندوی قاضی شریعت گریڈیہہ، سعید اقبال، مدثر ریاض، محبوب عالم، حاجی عتیق الرحمٰن، حافظ عبدالصمد، حافظ محمد جابر، حافظ مرشد، عبید اللہ، پروفیسر منظور انصاری، امارت پبلک اسکول گریڈیہہ کے ماسٹر تنویر و اساتذۂ کرام اور مدرسہ رشید العلوم بھنڈارڈیہہ کے مہتمم مولانا یعقوب صاحب قاسمی وغیرہ نے خصوصی حصہ لیا۔ اس موقع پر قائم مقام ناظم امارت شرعیہ نے اپنے رفقاء کے ساتھ مدرسہ رشید العلوم گریڈیہہ کے دو حفاظ کرام کے ختم قرآن کی تقریب میں بھی شرکت کی اور ایک مدرسۃ البنات کا معائنہ بھی فرمایا۔ اجلاس میں ضلع گریڈیہہ کے ہر حلقہ سے خواص نے بڑی تعداد میں شرکت کی اور امارت شرعیہ سے اپنی وابستگی کا والہانہ ثبوت دیا۔

Scanned with CamScanner

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا مقدمہ سپریم کورٹ میں

پروفیسر اخترالواسع

دنیا بھر میں ہندوستانی مسلمانوں کو یہ اعزاز اور امتیاز حاصل ہے کہ ایک جدید، سیکولر اور ماڈرن ایجوکیشن کے ادارے کی سب سے پہلے انھوں نے ہی بنیاد رکھی۔ جب 24 ر مئی 1875ء کو علی گڑھ کے جیل روڈ پر واقع سمیع منزل کے گیراج میں سرسید اور مولوی سمیع اللہ خان کی سرپرستی میں مدرسۃ العلوم کی بنیاد رکھی گئی اور پھر دو سال سے کم عرصے میں فروری 1877ء میں اس نے ایم اے او کالج کا درجہ حاصل کرلیا۔ یہی کالج آگے چل کر دسمبر 1920ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بنا۔ لیکن اس وقت کی برطانوی سرکار نے یہ شرط رکھی کہ ایم اے او کالج کو مسلم یونیورسٹی کا درجہ دینے کے لیے ہندوستانی مسلمانوں کو سرکار کو پندرہ لاکھ روپے دینے ہوں گے جو کہ 1920ء میں یقیناً ایک بہت بڑی رقم تھی لیکن ہندوستانی مسلمانوں نے اپنے آنے والی نسلوں کے مستقبل کو سنوارنے کے لیے اور ساری دنیا میں علم کی شمع کو روشن کرنے کے لیے یہ رقم چندہ کر کے سرکار کو پیش کی اور اس کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی وجود میں آئی۔

1920ء سے 1951ء تک مسلم یونیورسٹی اپنا علمی فریضہ انجام دیتی رہی اور تعلیم کے ساتھ تربیت اس کا اختصاص رہا۔ آزادی کے بعد 1951ء میں نئے دستور ہند کی روشنی میں ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم کی وائس چانسلرشپ کے دوران کچھ جزوی ترمیمات ہوئیں اور وہ صرف علی گڑھ میں نہ ہوکر بنارس ہندو یونیورسٹی سمیت تقریباً تمام ہی اداروں میں کی گئیں۔ یہ صحیح ہے کہ جب تقسیم وطن کی تحریک شروع ہوئی تو مسلمان طلبہ اور اساتذہ کی ایک بڑی تعداد نے کانگریس کا ساتھ دیا۔ مذہب کے نام پر ملک کی تقسیم کی مخالفت کی۔ ہمیں اس میں چنداں تعجب نہیں ہے کہ ایسا ہوا کیوں کہ یہ علی گڑھ والے ہی تھے جنھوں نے 29 ر اکتوبر 1920ء کو ترک موالات کی تحریک کے تحت علی گڑھ کا بائیکاٹ کر کے جامعہ ملیہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔ جس کے کلی طور پر قوم پرست ادارہ ہونے میں کوئی شک نہیں کیا جاسکتا۔ دوسرے یہ کہ طاقت ور تحریکیں عبقری ذہنوں کو جنم دیتی ہیں۔ وہ جس جگہ جاتے ہیں اپنا مقام بنا لیتے ہیں۔ علی گڑھ نے آزادی سے پہلے صرف مسلم لیگی پیدا نہیں کئے بلکہ کانگریسی، کمیونسٹ اور انتہا یہ کہ دوسرے فکری اور مذہبی رجحانات کے مالک لوگ بھی پیدا کئے۔

1965ء میں یونیورسٹی میں جو ناخوشگوار اور بدبختانہ واقعہ پیش آیا اور جس میں اس وقت کے وائس چانسلر نواب علی یاور جنگ کو تشدد کا شکار ہونا پڑا اس کا بہانا بنا کر کبھی پاکستان کے خالق محمد علی جناح کے سکریٹری رہے اور اب وزیر تعلیم محمد علی کریم بھائی چھاگلا نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کو بحق سرکار ضبط کرلیا۔ اس کے خلاف جو تحریک اٹھی اس کو اپنوں کی کچھ غلطیوں کی وجہ سے سپریم کورٹ میں شکست ہوئی اور اس عدالت عظمیٰ کے اس فیصلے پر بہت سے ماہرین قانون نے خوب تنقید کی۔ اس کے بعد عوامی سطح پر ملک بھر میں جو تحریک چلی اس میں علی گڑھ کے اولڈ بوائز نے بہت سرگرمی سے حصہ لیا اور پھر اس یونیورسٹی کے اندر 1970ء میں جب یونیورسٹی کے قیام کی گولڈن جبلی منائی جانی تھی تو طلبہ نے اس کی بھرپور مخالفت کی اور اقلیتی کردار کی بازیابی کی ایک نئی تحریک شروع ہوئی جس کے طالب علم رہنماؤں میں کیرالا کے موجودہ گورنر جناب عارف محمد خان، جناب ظفر یاب جیلانی، جناب جاوید حبیب، جناب ظفرالدین خان فیضان، جناب محمد اعظم خان اور راقم الحروف شامل تھے۔ اس تحریک کے نتیجے میں اندرا گاندھی کے گھر کے باہر سے لے کر اپنے گھروں کے اندر تک سے علی گڑھ کے طالب علم لیڈروں کو گرفتار کیا گیا۔ عارف محمد خان اور راقم الحروف سمیت چار لوگ میسا میں نظر بند کیے گئے، سات مہینے جیل میں رہے اور پھر کسی طرح باہر آسکے۔ 1977ء میں اندرا گاندھی اور کانگریس کی شرمناک شکست کے بعد اندرا گاندھی کو اپنی سرکار کی غلطی کا احساس ہوا اور 1980ء میں جب وہ دوبارہ واپس آئیں تو انھوں نے کسی قدر اپنی پالیسی میں علی گڑھ کے تئیں تبدیلی کی اور اس بات کو تسلیم کیا کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اس تعلیمی ادارے کا نام ہے جسے مسلمانوں نے اپنی تعلیمی ضرورتوں کے لیے قائم کیا تھا۔ یونیورسٹی کورٹ کو مقتدرہ کے طور پر تسلیم کرلیا گیا۔

لیکن اب ایک بار پھر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا اقلیتی کردار داؤ پر ہے اور سپریم کورٹ کی ایک سات رکنی بینچ میں اس کی سنوائی ہو رہی ہے۔ جہاں مسلمان اور سیکولر اقدار کے حامل غیر مسلم اس کے اقلیتی ادارہ ہونے کی لڑائی لڑ رہے ہیں تو وہیں سرکار اپنی اس ہٹ دھرمی پر قائم ہے کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ایک اقلیتی ادارہ نہیں ہے۔ اسے اس بات کا تو اعتراف ہے کہ علی گڑھ ایک قابل قدر اور ممتاز ترین تعلیمی ادارہ ہے لیکن وہ یہ ماننے کو تیار نہیں کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کو مسلمانوں نے قائم کیا تھا۔ اب مسٹر تشار مہتا سے کون یہ پوچھے کہ 1920ء میں اس وقت کی سرکار کو پندرہ لاکھ روپے کیوں دیے گئے تھے؟ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اقلیتی کردار تسلیم کر لینے سے یونیورسٹی میں پس ماندہ اور درج ذیل ذات اور قبائل کے داخلے نہیں ہو پائیں گے۔ اب اس بات کو دہرانے سے کوئی فائدہ نہیں کہ ایم اے او کالج کے دروازے کبھی کسی کے لیے بند نہیں کیے گئے اور اس کا پہلا نامور گریجویٹ بابو ایشوری پرساد تھے۔ سرکار یہ بھی بھول جاتی ہے کہ ایم اے او کالج سے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی تک اس ادارے کے دروازے مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلموں کے لیے ہمیشہ کھلے رہے اور آج بھی اس کو دیکھا جا سکتا ہے۔ ایک مضحکہ خیز بات اقلیتی کردار کے مخالف ایک فریق نے یہ بھی پیش کی کہ یہ بھی تحقیق ہونی چاہیے کہ جب علی گڑھ میں ایم اے او کالج اور بعد ازاں یونیورسٹی وجود میں آئی تو کیا ہندوستان میں مسلمان واقعی اقلیت میں تھے؟ اب کون بتائے اور کسے بتائے کہ ہندوستان میں پچھلے ایک ہزار سال سے مسلمان کبھی اکثریت میں نہیں رہے ہیں اس حقیقت کے باوجود کہ وہ آٹھ سو سال تک اس ملک میں حکمراں رہے۔

ایک دلیل جو بعض سرکاری حلقوں کی طرف سے پیش کی جاتی ہے کہ چوں کہ سرکار یونیورسٹی کا سارا خرچہ خود اٹھاتی ہے اس لیے اسے کس طرح اقلیتی ادارہ قرار دیا جا سکتا ہے؟ سوال یہ ہے کہ کیا مسلمان اس ملک میں ٹیکس نہیں دیتے ہیں؟ کیا تعلیمی اعتبار سے وہ پس ماندہ نہیں ہیں؟ بلکہ خود سرکاری اعداد و شمار کے مطابق وہ تعلیمی، معاشی اور سماجی اعتبار سے درج ذیل ذاتوں سے بھی پچھڑے ہوئے ہیں اور اس بات کا اعتراف خود سرکار کرتی ہے۔ تو پھر کیا ملک کو وشوگرو بنانے کے لیے مسلمان بچے اور بچیوں کا تعلیم یافتہ ہونا ضروری نہیں؟ کیا ان کی تعلیمی ضرورتوں کی کفالت کے لیے ایک یونیورسٹی کافی ہے؟ اگر نہیں تو پھر ان کے لیے اور یونیورسٹیاں قائم ہونی چاہیے، نہ کہ جو ہے اس کو بھی ان سے چھین لیا جائے۔ اگر اس طرح کی غیر منطقی بحث شروع کی گئی اور حقائق کی الٹی گنگا بہائی گئی تو پھر اس ملک میں سچائی کا دم گھٹ جائے گا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا سرسید کامپلیکس ہو یا اسٹریچی ہال سب پر لگے کتبے اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کو مسلمانوں نے قائم کیا اور اس کا بنیادی مقصد اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت تھا لیکن انھوں نے کبھی دوسروں کے لیے اس کے دروازے بند نہیں کیے، کیوں کہ سرسید ایک سچے سیکولر ہندوستانی تھے جن کے پوتے سر راس مسعود کی بسم اللہ ان کے دوست راجہ جیکشن داس کی گود میں بٹھا کر ہوئی تھی۔ سرسید سوامی دیانند سرسوتی کے بہت قریبی دوست تھے اور ان کا ساتھ دینے میں انھوں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یہ سرسید ہی تھے جنھوں نے کہا تھا کہ ہندو اور مسلمان ہندوستان کی دو خوبصورت آنکھیں ہیں۔ جنھوں نے ہندوستان کے تمام رہنے والوں کو ایک ہی نام سے یاد کیا یعنی ہندو ہندوستان کے رہنے والے ان کا آخری مضمون گائے کے ذبیحے کے خلاف تھا۔ اگر ان سب کے باوجود کوئی سرسید کو سیکولر نہیں مانتا تو اس کا کیا علاج کیا جا سکتا ہے؟

بہرحال سپریم کورٹ کا فیصلہ کیا آتا ہے کیا نہیں اس پر ابھی کچھ بھی کہنا مناسب نہیں ہے کیوں کہ اس ملک میں اگر کسی سے کوئی امید کی جا سکتی ہے تو وہ سول سوسائٹی اور ہماری عدلیہ ہی ہے۔ اب دیکھئے کیا فیصلہ آتا ہے۔ ہم سانس تھام کر تو صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ:

دیکھئے اس بحر کی تہہ سے اچھلتا ہے کیا

بھارت رتن اور ووٹوں کا جتن: یاالٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟

صفدر امام قادری

حکومت کی جانب سے ہر سال دیے جانے والے اعزازات کے اسباب اور معیار پر سوال اُٹھتے ہی رہے ہیں مگر اب تو سیاسی جماعتوں کی گول بندی اور ووٹ کی حصول یابی سے اِسے جوڑ کر دیکھا جا رہا ہے

حکومتِ ہند کی جانب سے پیش کردہ تمام اعزازات جو یومِ جمہوریہ اور کبھی کبھی کسی دوسرے مواقع سے قوم کے نامور افراد کو دیے جاتے ہیں؛ اُن پر شروع کے زمانے سے ہی اعتراضات اور تنازعات بھی قائم ہوتے رہے ہیں۔ پدم شری، پدم بھوشن، پدم وی بھوشن اور بھارت رتن جیسے اعزازات پر کبھی کھُلی زبان میں اور اکثر دَبی زبان میں معترضانہ گفتگو ہوتی رہی ہیں۔ دو طرح کے الزامات عائد کیے جاتے رہے ہیں۔ پہلا کہ حکومتِ وقت نے اپنے لوگوں کو نوازنے کی کوشش کی۔ دوسرا اعتراض اِس سے بھی سنگین ہوتا ہے کہ بہت سارے نااہلوں کو ایسے ایوارڈس دیے گئے جب کہ اُن کے مقابلے میں زیادہ اہل افراد سماج میں موجود تھے۔ بہت سارے اعزازات کے بارے میں اِس طرح کی باتیں بھی سننے کو ملیں کہ کسی کو وقت سے پہلے ایسے اعزازات دے دیے گئے اور کسی کو اتنا لمبا انتظار کرنا پڑا کہ وہ موت کے قریب پہنچ گیا۔ کبھی کبھی تو ایسے لوگوں کو بھی ایوارڈ مل جاتا ہے جن کے بارے میں اکثر لوگوں کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اُنھوں نے زندگی اور سماج میں کون سے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔

اب سے دو ہفتہ پہلے بہار کے سابق وزیرِ اعلا کرپوری ٹھاکر کو بھارت رتن دینے کا اعلان ہوا تھا۔ یہ انعام اُن کی وفات کے ۳۵ ر برسوں کے بعد دیا جا رہا ہے۔ اِن برسوں میں کرپوری ٹھاکر کا نہ کوئی نیا کام سامنے آ سکتا تھا اور نہ ہی اُن کی خدمات کی کوئی نئی شِق پیدا ہو سکتی تھی۔ نریندر مودی اور اَٹل بہاری واجپئی کے ادوار کو جوڑ لیا جائے تو آدھی مدّت تک بھارتیہ جنتا پارٹی کی ہی حکومت تھی مگر پتا نہیں کیوں اِس سے پہلے کرپوری ٹھاکر کی عظیم خدمات کا اعتراف کیوں نہیں کیا گیا؟ جیتے جی تو کانگریس کو یا بھارتیہ جنتا پارٹی یا کوئی اور سیاسی جماعت، بھلا اُس گودڑی کے لعل کی قدر و قیمت کا اندازہ کیوں کر ہو سکتا تھا۔ دو بار وزیرِ اعلا اور ایک بار نائب وزیرِ اعلا اور بھی حزبِ اختلاف کے قائد کی حیثیت سے ایک طویل مدّت تک اُن کی خدمات رہیں۔ قومی تحریک کے ایسے فرزندان جنھوں نے سیاست اور سیاسی منصب کو عوامی خدمت کا ذریعہ سمجھا تھا اور تمام تر پاک دامنی کے ساتھ اپنے کام کو کر کے رختِ سفر باندھنے میں کامیاب ہوئے، اُن میں خطۂ بہار سے کرپوری ٹھاکر ایک مثالی رہ نما کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ اُن کو بھارت رتن موت کے ۳۵ ر برس بعد بھی دیا جانا 'جب جاگے تب ہی سویرا' کے مصداق نادرست نہیں کہا جا سکتا مگر سیاسی حلقوں میں ایسے سوالات اُٹھنے لگے ہیں کہ بہار کی حکومت کو توڑنے اور نئی حکومت کی تشکیل کے درمیان کرپوری ٹھاکر کو نوازنے کا فیصلہ دراصل ایک موقع فراہم کرنے کے لیے تھا کہ اِس فیصلے کے بہانے نیتش کمار وزیرِ اعظم نریندر مودی کی تعریف کریں اور شکریہ ادا کریں تا کہ عوامی سطح پر بند مکالمے کی گانٹھ ڈھیلی ہو اور پھر وفاداریوں کی ادلا بدلی کے لیے نئی بساط بچھائی جائے۔ سیاسی مبصّرین کا یہ کہنا بجا ہے کہ اِس مقصد کے لیے بھارت رتن کے اعزازات کی بلی چڑھانا ٹھیک نہیں ہے۔ (بقیہ صفحہ: ۱۲ر پر)

Scanned with CamScanner

سید احمد شہیدؒ کی امتیازی خصوصیات

احمد رضی رکن الدین

حضرت سید احمد شہید کی ذات گرامی گونا گوں امتیازات وخصوصیات کی حامل اور مختلف فضائل ومناقب کی جامع تھی، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سید صاحب کی شخصیت، بڑی پہلودار، جامع الکمالات اور ''في كل سنبلة مأة حبة'' کی مصداق تھی لیکن آپ کا ہر رنگ اتنا کامل اور ہر پہلو ایسا روشن تھا کہ جدھر دیکھو جا اینجا است کی شان نظر آتی ہے، یہاں سید صاحب کے جملہ اوصاف وکمالات کا احاطہ مقصود نہیں، اس لئے ہم صرف آپ کے ان امتیازی خصائص کا ذکر کریں گے جو آپ کو دیگر مفکرین ومجددین اور مصلحین ومبلغین سے ممتاز کرتے ہیں، یوں تو سید صاحب کی خصوصیات کی فہرست بڑی طویل اور رنگارنگ ہے، لیکن آپ کے اخلاق واوصاف کا مرکزی نقطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مناسبت اور مزاج نبوی سے طبعی وذوقی اتحاد ہے، لہذا سب سے پہلے ہم سید صاحب کی زندگی کے اسی امتیازی پہلو پر قدرے تفصیل سے گفتگو کریں گے، کیونکہ اسی ایک پہلو سے آپ کی زندگی کے دوسرے تمام پہلو روشن ہیں، اور اسی خصوصیت سے دیگر اوصاف وخصائص ناشی ہیں، اس کے بعد ہم بعض دوسری مابہ الامتیاز خصوصیات کا کسی قدر اختصار کے ساتھ تذکرہ کر کے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی فیصلہ کن تحریر پر اس مقالہ کا اختتام کریں گے۔ والله ولي التوفيق ونعم الوكيل

(1) مزاج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے عقلی، فکری اور طبعی مناسبت: کچھ لوگ اتنے ہم مزاج، ہم مذاق اور ہم رنگ ہوتے ہیں کہ ان کی طبیعتیں بالکل ایک سانچہ میں ڈھلی ہوئی اور ان کے مزاج ایکدم ایک دوسرے کا چربہ معلوم ہوتے ہیں، وہ باہم اس قدر ہم آہنگ اور شیر وشکر ہو جاتے ہیں کہ سرسری نگاہ سے دیکھنے والے ان کے درمیان امتیاز نہیں کر پاتے اور ''من دیگرم تو دیگری'' کا فرق سرے سے مٹ جاتا ہے، اس طبعی وذوقی اتحاد وانسجام کی اعلیٰ ترین مثال، ہمیں عہد نبوی میں ملتی ہے، خیبر کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودیوں نے زہر دے دیا تھا، اللہ رب العزت نے اس سچے عاشق رسول کے لئے بھی یہ فضیلت لکھ دی تھی، چنانچہ اسی جنگ شیدو میں درانیوں نے آپ کے کھانے میں زہر ملا دیا، جس سے آپ پر غشی طاری ہوگئی، جب افاقہ ہوا تو فرمایا ''ان لوگوں کا زہر دینا بھی حکمت الٰہی سے خالی نہیں، یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت ہم سے ادا ہوئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ منورہ میں اشاعت اسلام کا کام شروع کیا تو قرب وجوار کے رؤساء سے صلح اور معاہدہ کرلیا، پھر جب ذرا قوت حاصل ہوئی اور دشمنوں کی طرف سے اطمینان ہوگیا تو بادشاہوں اور حکمرانوں کو دعوتی خطوط لکھے، یہی طرز عمل ہمیں سید صاحب کے یہاں بھی ملتا ہے، کہ آپ نے راستے میں بہت سے لوگوں کو صلح کا پیغام دیا اور منزل پر پہنچ کر والیان ریاست اور سربراہان مملکت کو خطوط کے ذریعہ اسلام کی دعوت دی، اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ترک وطن اور مفارقت احباب واعزا کی سنت پر عمل کی سعادت بھی سید صاحب کے نصیب میں آئی، علاوہ ازیں بہت سی قولی وفعلی حدیثوں پر آپ نے اس طرح عمل کر کے دکھایا کہ اس کو سوائے توفیق الٰہی کے کوئی اور نام نہیں دیا جا سکتا، آپ کی عالی ہمتی، سخاوت، شجاعت، حلم، حکمت، توکل علی اللہ، حیا، جمعیت دینی، اعتدال پسندی، فراست ایمانی، عفو ودرگذر، دعا ومناجات اور جملہ ذاتی اوصاف وکمالات سنت نبوی سے براہ راست کشید کردہ اوصاف نظر آتے ہیں، بقول نواب وزیر الدولہ اگر کہا جائے کہ آپ کا وجود صرف اتباع سنت کی نفاستوں کا مجموعہ تھا تو مبالغہ نہ ہوگا۔ لیکن اگر ان سب امور کا بالتفصیل تذکرہ کیا جائے تو یہ سلسلہ بہت دراز ہو جائے گا اور یہ تحریر مقالہ کی حد سے نکل کر ایک مکمل کتاب کا حجم اختیار کر لے گی، اس لئے ہم ان تفصیلات میں نہ جا کر سید صاحب کے رفیق وہمدم مولانا ولایت علی عظیم آبادی کے اس مختصر مگر جامع تبصرہ پر اس گفتگو کو ختم کرتے ہیں، ''حضرت کو پہچاننے کو تھوڑی سی سیدھی عقل اور حدیث سے تھوڑی سی واقفیت چاہئے، اکثر اولیاء کو بعض انبیا کا پرتو عنایت ہوتا ہے، ہمارے حضرت کو اللہ نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا پرتو عنایت کیا اور گروہ پر حضرت کے صحابہ کا پرتو ڈالا کہ لوگوں کے دل میں اتباع سنت کی محبت اور ایمان کی غیرت حد سے زیادہ ہوئی اللہ کا دین زیادہ ہونے کے واسطے دل بے قرار ہونے لگا''۔ خم کدۂ احمدی کے محرم راز درون میخانہ کی حیثیت رکھنے والے اس میخوار بلانوش کی شہادت کے بعد مزید کچھ عرض کرنے کی نہ ضرورت رہی نہ گنجائش، ''اهل البيت أدرى بما فيه'' ظاہر ہے کہ سید صاحب کے رفیق کا مشاہدہ اور تجزیہ جتنا قوی، معتبر اور حقیقت پسندانہ ہوگا، سید صاحب سے بالواسطہ متعارف ہونے والے کسی بڑے سے بڑے عالم اور مبصر کا قول اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، اس لئے کہ سننے والوں اور دیکھنے والوں کے تجزیہ اور رائے میں بہت فرق ہوتا ہے ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ'' البتہ یہاں ہم یہ ضرور کہنا چاہیں گے کہ سید صاحب کی دوسری تمام خصوصیات بھی اسی ایک مرکزی خصوصیت کا تتمہ اور ضمیمہ ہیں، اب آئندہ ہم بہت ہی اختصار کے ساتھ آپ کی دوسری چند خصوصیات کا تذکرہ کریں گے۔

(۲) ایک صاحب دل صوفی، ایک سربکف مجاہد: اسلامی تاریخ کے وسیع پس منظر میں دیکھا جائے تو اندازہ ہوگا کہ عشق، علم اور عمل ان تین قوتوں نے ہمیشہ مسلمانوں کی حیات اجتماعی کو توانائی بخشی اور ان ہی کے ذریعہ اسلامی فکر وتمدن کا قافلہ آگے بڑھا ہے، لیکن اکثر ایسا ہوا ہے کہ حالات کے تقاضہ سے یا مخصوص پس منظر کی وجہ سے ان میں سے کوئی ایک پہلو دوسرے پر غالب ہوگیا ہے، چنانچہ اسلام کی تاریخ تجدید واصلاح کے ارباب عزیمت میں کسی کے یہاں عشق ومستی وتصوف وتزکیہ کا زور نظر آتا ہے تو کہیں علم وحکمت اور وعظ وتحریر کا رجحان غالب معلوم ہوتا ہے، اور کسی کے دل میں جہاد وعمل چلتا پھرتا نظر آتا ہے، لیکن سید صاحب گفتار اور کردار قاہرانہ کے جامع تھے، ''نرم دم گفتگو گرم دم جستجو'' تھے، عشق، علم اور عمل کا حسین امتزاج جس تناسب اور موزونیت کے ساتھ آپ کی شخصیت، آپ کی دعوت اور آپ کی تیار کردہ جماعت میں پایا جاتا ہے، قرن اول کے علاوہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے، چنانچہ ایک طرف آپ کے حلقۂ ارادت میں مولانا شاہ سید اسماعیل شہید جیسے صاحب قلم علماء وعقلاء تھے تو دوسری طرف مولانا عبدالحی بڑھانوی جیسے صاحب عالی ظرف حاجی عبدالرحیم ولایتی اور میاں محمد حسین جیسے صاحب دل وصاحب حال صوفیہ واولیاء تھے، اور آپ کے تمام متعلقین ومتعلقین ومریدین کا جذبہ جہاد اور شوق شہادت تو قدر مشترک تھا، گویا سید صاحب اور آپ کے فیض یافتگان بظاہر متضاد نظر آنے والی ان تین صفات کا حسین سنگم تھے۔ اس موقع پر اپنے دعوے کی تصدیق کے لئے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی یہ تحریر پیش کرنا شاید بے محل نہ ہوگا۔ ''سید صاحب نے جو مبارک جماعت تیار کی، اس کی خصوصیات میں سب سے نمایاں اور لائق ذکر بات اس کی جامعیت ہے، اس میں جہاد اصغر (تزکیۂ نفس) بھی تھا، اور جہاد اکبر (جہاد وقتال) بھی، خدا سے محبت بھی، خدا کا خوف بھی، خدا کے لئے محبت بھی، خدا کے لئے نفرت بھی، زہد وعبادت بھی اور دینی حمیت اور اسلامی غیرت بھی تلوار بھی اور قرآن بھی عقل بھی اور جذبات بھی، گوشۂ مسجد میں تسبیح ومناجات بھی اور گھوڑے کی پیٹھ پر تکبیر مسلسل بھی، یہ وہ صفات وکمالات ہیں جو اکثر سوانح نگاروں کی نظر میں ایک دوسرے سے متضاد اور متصادم نظر آتے ہیں، لیکن یہ سب درحقیقت صحیح دینی فہم اور دینی شعور کا کرشمہ تھا جو سید صاحب کی شخصیت اور صحیح تربیت کی وجہ سے جماعت مجاہدین میں پختہ اور راسخ ہو چکا تھا اور زندگی کے سارے شعبوں پر حاوی تھا''۔

(۳) جوہر شناسی اور غیر معمولی تنظیمی صلاحیت: کسی جماعت کی کامیاب قیادت وتنظیم کے لئے جوہر شناسی کی صفت ازحد ضروری ہے، سید صاحب کی بڑا سبب یہ تھا کہ آپ کو کامیابی کا ایک بڑا کہ آپ لوگوں کی صفات اور صلاحیتوں کو پہچاننے اور ان کو مناسب طریقہ سے مناسب جگہ استعمال کرنے کی بے مثال صلاحیت رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے مختلف علاقوں سے آنے والے مختلف مزاج، مختلف خاندان مختلف پس منظر مختلف زبان اور مختلف عادات واطوار رکھنے والے لوگوں کو اس خوبی وسلیقہ مندی سے ایک لڑی میں پرو دیا کہ سب ایک جان دو قالب معلوم ہوتے تھے، اور مختلف رنگ اور جداگانہ خوشبو رکھنے والے پھولوں کا ایک ایسا دلکش گلدستہ تیار کر دیا کہ اس کی مثال ملنا مشکل ہے، جو جوہر شناسی ایسی تھی کہ آپ خود فرماتے تھے کہ مجھے خدا نے تین چیزوں کی پہچان عطا کی ہے، ایک گھوڑے، دوسرے تلوار اور تیسرے آدمی۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ میں چہرہ دیکھ کر پہچان لیتا ہوں کہ یہ مومن ہے بلکہ جوتا بھی دیکھ لوں تو بتا دوں گا کہ یہ مومن کا جوتا ہے، چنانچہ آپ جماعت کے افراد میں سے جس فرد میں جو نمایاں خصوصیت واستعداد دیکھتے اسی کے مطابق خدمت اس کے سپرد فرماتے اور اس کی ہمت افزائی فرماتے تھے، جماعت کے بعض ممتاز افراد کو آپ نے جہاد بالسیف کے بجائے تبلیغ ودعوت اور اصلاح وتربیت پر مامور فرمایا، بعد کے واقعات نے یہ ثابت کر دیا کہ آپ کا یہ اقدام صد فیصد درست تھا، ان لوگوں سے لاکھوں بندگان خدا کو ہدایت نصیب ہوئی۔

(۴) دینی صلابی غیرت اور شرعی حمیت: حضرت علیؓ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''ما رأيته منتصراً من مظلمة ظلمها قط مالم ينتهك من محارم الله تعالى شيء، فإذا انتهك من محارم الله تعالى كان من أشدهم غضباً'' یہ صفت بہت مشکل سے پیدا ہوتی ہے کہ آدمی اپنی ذات کے تعلق سے روادار اور حلیم ہو اور اللہ کی شریعت کے تئیں بے انتہا باغیرت وباحمیت ہو، لیکن سید صاحب کے اندر یہ صفت بدرجہ اتم پائی جاتی تھی، آپ اپنے حلقہ یاراں میں ریشم کی طرح نرم اور رزم حق وباطل میں فولاد سے زیادہ سخت نظر آتے تھے، ایک طرف اس درجہ حلیم وبردبار تھے کہ نواب امیر خاں کے لشکر میں ایک مرتبہ ایک پٹھان نے آپ کو غلط فہمی میں چور سمجھ کر پکڑ لیا، آپ بہت دیر تک نرمی سے اسے سمجھاتے رہے کہ جناب آپ کو غلط فہمی: ہے لیکن اس نے ایک نہیں سنی بلکہ اس کا جوش اور غضب بڑھتا ہی گیا، آپ کے رفیقوں کو خبر ہوئی تو وہ تلواریں اور بندوقیں لے کر دوڑے ہوئے آئے، یہ صورت دیکھ کر پٹھان کا رنگ فق ہوگیا، آپ نے اس سے فرمایا کہ فصل میں چھپ جاؤ اور ساتھیوں کو واپس لے گئے لیکن دوسری طرف حیا اور انتہائی مروت کے باوجود شریعت کے معاملہ میں آپ انتہائی غیور اور حساس تھے اور دینی حمیت وغیرت کا یہی وہ جوہر ہے؟ جس نے آپ کو اسلام کی حمایت ونصرت، بے کس مسلمانوں کی امداد اور جہاد فی سبیل اللہ پر آمادہ کیا اور آپ وعظ وتبلیغ اور سلوک وارشاد پر قانع نہ رہ سکے اور بالآخر اسی راہ میں آپ نے جان دے دی۔

(۵) ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز: حضرت سید احمد شہیدؒ کی پوری مجاہدانہ زندگی صرف رضائے الٰہی اور حصول ثواب کے لئے تھی، آپ نے کبھی شہرت وناموری کی تمنا یا نام ودولت کی طمع نہیں کی، اخلاص وہ عظیم دولت ہے جو انسان کو دو عالم سے بیگانہ اور احساس سود وزیاں سے بے نیاز کر دیتی ہے، یہ وہ پہلی بنیاد ہے جس پر سارے اعمال کا دارومدار ہے، اخلاص جس درجہ کامل ہوگا عمل اسی درجہ مفید اور نتیجہ خیز ہوگا، مذہب اسلام میں ہر عمل کی ابتدا ''إنما الأعمال بالنيات'' سے ہوتی ہے، سید صاحب کی ممتاز ترین خصوصیت جس سے آپ کی زندگی کا ہر شعبہ اور آپ کی خدمات کا ہر باب روشن ومنور ہے آپ کی بے لوث خدمات، مخلصانہ جذبہ جہاد اور بے مثال اخلاص وخلوص ہے۔

اسی حقیقت کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے گوہر بار قلم سے ان کے مخصوص انداز میں ملاحظہ فرمائیں مجاہد کبیر، مجدد اسلام حضرت سید احمد شہیدؒ ہماری طویل وعریض تاریخ کے ان یگانہ ومنتخب افراد امت میں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان واحتساب، رضائے الٰہی وثواب اخروی کے شوق ویقین کی دولت خاص سے نوازا تھا اور ریا وحب جاہ کی آلائشوں سے ان کے دلوں کو پوری طرح پاک وصاف کر دیا تھا اور جن کی نگاہ میں دنیا اور اس کی زیب وزینت اور جاہ ومنصب کی قیمت مورونکس اور خار وخس سے زیادہ نہ تھی۔ ایک موقع پر جب سید صاحب حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے، کلکتہ کے ایک بہت بڑے تاجر نے آپ سے عرض کیا کہ آپ جس جہاز سے جا رہے ہیں وہ بہت معمولی قسم کا جہاز ہے مناسب یہ ہے کہ آپ ''عطية الرحمان'' نامی جہاز سے تشریف لے جائیں اس لئے کہ اس پر ساٹھ ضرب توپ چڑھی ہے۔ محمد حسین ترک اس کا ناخدا ہے اور وہ چالیس جہازوں کا کپتان ہے۔ آپ اس پر سوار ہوں جس وقت آپ ملک عرب پہنچیں گے وہاں کے لوگ آپ کی عزت وحرمت کریں گے۔ یہ سن کر آپ کا چہرہ مبارک غصہ سے متغیر ہوگیا، فرمایا کہ غلام حسین خاں! یہ تم نے کیا کہا؟ عزت وحرمت تو خدا کے طرف سے ہوتی ہے بندے کی طرف سے نہیں، ہم دنیا کی قدر ومنزلت کو ایسا جانتے ہیں جیسے سڑا کتا۔ اسی اخلاص اور اہل دنیا کی تعظیم اور شہرت وناموری سے اجتناب اور کراہت کی وجہ سے انہوں نے یہ دعا کی کہ مرنے کے بعد ان کی قبر کا کوئی نشان باقی نہ رہے۔ چنانچہ یہ دعا پوری ہوئی اور اس کا اندیشہ ہی نہ رہا کہ ان کی قبر زیارت گاہ خلائق بنے۔''

ان آخری صدیوں میں ہم کو دنیائے اسلام میں کسی ایسی مذہبی تحریک کا علم نہیں ہوا، جو ہندوستان کی اس تحریک احیائے سنت وجہاد سے زیادہ منظم ووسیع ہو اور جسکے سیاسی اور مذہبی اثرات اتنے ہمہ گیر اور دوررس ہوں، ہندوستان کی کوئی اصلاحی جدوجہد اور مسلمانوں کی کوئی سیاسی تحریک ایسی نہیں جو اس تحریک سے متاثر نہ ہو، واقعہ یہ ہے کہ اس برصغیر میں موجودہ اسلامی زندگی، مذہبی اصلاح، مسلمانوں کی سیاسی بیداری اور ملک میں مسلمانوں کے وجود کی اہمیت اور ان کا سیاسی وزن بڑی حد تک اسی طویل جہاد کا رہین منت ہے۔ وما توفيقي الا بالله

Scanned with CamScanner

گودی میڈیا سماج میں گھول رہا ہے زہر؟

عارف شجر

ایک زمانہ تھا جب صحافت کا معیار غیر جانبدارانہ اور منصفانہ ہوا کرتا تھا جیسا کہ ہمارے ملک کی آزادی میں صحافت نے اہم کردار ادا کیا، جب ملک غلام تھا، انگریز راج کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے مختلف علاقوں میں لوگوں کو آگاہ کرنے کے مقصد سے کئی اخبارات، رسائل کی ایڈیٹنگ شروع کی گئی تھی۔ ان اخبارات اور رسائل نے ملک کے لوگوں کو متحد کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا، اپنے ابتدائی دنوں میں صحافت نے ایک مشن کے طور پر جنم لیا تھا جس کا مقصد سماجی شعور کو مزید بیدار کرنا تھا۔ مہاتما گاندھی، لوک مانیہ تلک، پنڈت نہرو، مولانا آزاد، مولانا جوہر، گنیش شنکر ودیارتی، وغیرہ عظیم ہستیوں نے اخبارات کو اپنی لڑائی کا ایک اہم ہتھیار بنالیا تھا، درحقیقت ان میں ایک جذبہ تھا، کوئی انہیں روک نہیں سکتا تھا۔ لیکن مجھے یہ بات کہہ لینے دیجئے کہ آج حد یہ ہے کہ مجرمانہ ذہنیت کے لوگ اپنے کاروبار کو بچانے کے لیے صحافت میں داخل ہورہے ہیں جس سے کرپشن، ناانصافی، ظلم کو فروغ مل رہا ہے اور ہماری جمہوریت دن بدن کھوکھلی ہوتی جارہی ہے جو آج نہیں تو کل مہلک ثابت ہوگی۔ صحافت معاشرے کا آئینہ ہے جو معاشرے کی اچھائی اور برائی کو معاشرے کے سامنے لاتی ہے، اب اگر صحافی اور برائی کے درمیان سیٹنگ ہوجائے تو معاشرے کے سامنے نہ اچھائی آئے گی نہ برائی۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ 2014 سے قبل کسی حد تک صحافت اپنے معیار پر کھرا اترا رہا تھا لوگوں کے بنیادی مسائل پر توجہ دی جاتی تھی اور مسند اقتدار میں بیٹھے قائدین سے سوال پوچھے جاتے تھے اور انکی ناکامیوں کا پردہ فاش کیا جاتا تھا لیکن افسوس صد افسوس کہ 2014 میں مودی حکومت کے برسر اقتدار میں آنے کے بعد ملک کا چند مین اسٹریم میڈیا حکومت کے ہاتھوں کا کھلونہ بن کر رہ گیا ہے۔ مین اسٹریم میڈیا کا میڈیا گھرانہ پی ایم مودی کی خوشنودی میں اس قدر اپنے سر کو جھادیا کہ صحافت کی عظمت اور وقار پوری طرح سے نیست و نابود ہوکر رہ گئی۔ یہ سچائی ہے کہ مودی کی خوشنودی میں چند مین اسٹریم میڈیا جھوٹ پر جھوٹ بول کر اور دیکھا کر لوگوں کے ذہن و دل میں ایک دوسرے کے خلاف زہر گھولنے کا کام کررہا ہے اور یہ کام ہنوز جاری ہے۔ مجھے یہ بات کہہ لینے دیجئے کہ اب ملک کو فرقہ وارانہ فساد میں جھونکنے کے لئے فرقہ پرست تنظیموں نے اپنا ایجنڈا مین اسٹریم میڈیا کے کاندھوں پر ڈال دیا ہے جسکو بخوبی انجام تک پہنچانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

اسی کڑی میں گذشتہ روز اپنے آپ کو بڑا صحافی بتانے والا اور ایک بڑا مین اسٹریم میڈیا میں کام کرنے والے صحافی سدھیر چودھری نے اتر پردیش کے بلند شہر کے ایک مندر کی خبر کو جس طرح سے دکھا کر اور بول کر سماج کے اندر زہر گھولنے کا کام کیا، وہ یقیناً شرمناک ہے۔ اگر مقامی پولیس نے پردہ فاش کرکے مجرموں کو انکے کیفر کردار تک پہنچانے کا کام نہ کیا ہوتا تو شاید سدھیر چودھری کے زہریلے ٹی وی پروگرام سے بلند شہر میں ایک بڑا فرقہ وارانہ فساد ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔ بھلا ہو مقامی پولیس کا جنہوں نے وقت رہتے معاملے کو سلجھالیا اور پریس کانفرنس کرکے بتادیا کہ مندر کی مورتی کو توڑنے والے چار مقامی لوگ ہندو تھے۔ بلند شہر کے ایس ایس پی شلوک کمار نے بتایا کہ اس واردات کا خلاصہ آسان نہیں تھا لیکن پولیس ٹیموں نے الیکٹرونک سرویلانس، بی ٹی ایس اور اطراف میں لگے سی سی ٹی وی کیمرے کی فوٹیج کو کھنگالا گیا جس کی بنیاد پر پولیس نے گاؤں کے ہی 4 نوجوانوں کی نشاندہی کرکے اسے حراست میں لے لیا۔ ایس پی نے یہ بھی بتایا کہ گاؤں کے ہی ہریش شرما کے گھر میں 31 مئی کی رات کو سازش رچی گئی تھی۔ جس کے تحت اس طرح کے واردات کو انجام دیا گیا تھا۔ واردات کو انجام دینے سے قبل نوجوانوں نے شراب پی اور ایک ایک کرکے 4 مندروں کو نشانہ بنایا 17 مورتیوں کو توڑا گیا اور پھر پولیس کو گمراہ کرنے کے لئے کچھ مورتیوں کو کھیت میں پھینک دیا گیا یعنی بلند شہر کو پوری طرح نفرت کی آگ میں جھونکنے کا پلان بنایا گیا تھا۔ تعجب تو اس بات کی ہے کہ اس کی پوری تحقیقات کئے بغیر پولیس سے معاملے کی جانکاری لئے بنا صحافی سدھیر چودھری نے اس معاملے کو ہندو مسلم کرنے کی بھرپور کوشش کی جو اس کے اسکرپٹ سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس کے جیسے کئی گودی میڈیا چینل نے بلند شہر میں ہندو مسلم کرنے کی پوری کوشش کی جس پر پولیس نے انکے منصوبے پر پانی پھیر دیا۔ ویسے بھی گودیا میڈیا کا پرائم ٹائم شو میں کسی نہ کسی موضوع کو لے کر ہندو مسلم کرنے کا ایجنڈا چلتا رہتا ہے۔ اپنے آقا کو خوش کرنے کی غرض سے ہر روز اس طرح کے ایجنڈے چلائے جاتے ہیں اور جھوٹ کو ہوا دے کر لوگوں کے ذہن کو پرگندہ کیا جاتا ہے۔ اس سچائی سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جیسے جیسے 2024 کے انتخابات نزدیک آتے جارہے ہیں ویسے ویسے چند مین اسٹریم میڈیا یعنی گودی میڈیا بی جے پی کے ایجنڈے کو کامیاب بنانے میں پوری طرح لگ گئی ہے اس کے لئے ملک کی فضا میں زہر گھولنے کا کام تیزی کے ساتھ کیا جارہا ہے۔ بی جے پی اور گودی میڈیا کو اس بات کا علم ہوگیا ہے کہ 2024 کا انتخاب بی جے پی کے لئے سخت مشکل ہوگا اور یہ بھی کہ اس عام انتخابات میں ترقیاتی ایشو کو لے کر کامیاب نہیں ہونے والے اس لئے ملک کے لوگوں کے بیچ نفرت کا ماحول بنایا جائے جس کے لئے گودی میڈیا ابھی سے ہی سرگرم ہوگئی ہے۔ جس کا بلند شہر ایک جیتا جاگتا مثال ہے۔ اس کے علاوہ مہاراشٹر، اتراکھنڈ اور مدھیہ پردیش میں فرقہ پرستی کا کھیل جاری ہوگیا ہے۔ افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ ملک کا چند مین اسٹریم میڈیا بی جے پی کے منصوبہ کو کامیاب بنانے میں لگا ہوا ہے۔

بہر حال! مجھے یہ بات کہہ لینے دیجئے کہ سمجھدار لوگ جانتے ہیں کہ کون سی خبر دکھا کر کیا ہوگا، جب ایڈیٹر میٹنگ میں کہتے ہیں کہ 'ہاں، یہ زاویہ درست ہوگا، خبر تب ہی دم توڑ دیتی ہے۔ جب آپ کے سامنے ایک چارٹ ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ لوگ ہندو مسلم خبریں دکھ کر پڑھتے ہیں، تو آپ کو صحافت میں مسیحا تلاش کرنے کی تمنا نہیں کرنی چاہیے۔ آج کل نیت بہت ضروری ہے کیونکہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ میڈیا انصاف کی بات کررہا ہے یا اسے ریٹنگ کی ضرورت ہے۔ جہاں کسی بھی صورت میں بچی کی عصمت دری 'مسلم' 'ہندو بچیوں' کی عصمت دری میں بدل جاتی ہے، خبر دم توڑ جاتی ہے۔ کیونکہ آپ نے لوگوں کے سوچنے کے انداز پر قابو پالیا ہے۔ جب تک یہ ثابت نہ ہوجائے کہ کسی کا کسی مذہب یا ذات سے تعلق جرم کی وجہ تھا، تب تک میڈیا کو ایسی سرخیاں دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اگر کسی کا دکھ اس کی ذات کی بنیاد پر ہے تو پھر بھی اسے سرخی میں لکھنا غیر ضروری ہے۔ اس پر کچھ اور کہنے کا مطلب یہ ہے کہ لوگ سرخی پڑھ کر خبر کے بارے میں اپنا ذہن بناتے ہیں۔ ان کا سوچنے کا طریقہ پہلے ہی تیار ہے۔ آپ نے ان کی نفرت یا تعصبات کو ہوا دی ہے۔ جبکہ میڈیا کو ایسی ہر خبر کی کوریج میں ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے شہ سرخی کو اس طرح رکھنا چاہیے کہ یہ جرم ہے، ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ خبر کی مکمل تفصیلات بتانے کے بعد مزید بتایا جائے کہ پولیس اس بات کی تحقیقات کررہی ہے کہ یہ جرم ذات پات، مذہب کی وجہ سے کیا گیا۔ یہ میڈیا کی ذمہ داری ہے۔ لیکن آج کے دور میں میڈیا بائنری میں کام کررہا ہے۔ اس کے لیے ہر چیز طاقت کے حق میں یا خلاف ہے۔ جب بجلی آتی ہے تو ایک حصہ ہندوستان کے امریکہ بننے کی حد تک خوش ہوجاتا ہے، جب کہ دوسرا حصہ پورے منصوبے کو ناکام بنانے کی کوشش کرتے ہوئے چار گاؤں لے آتا ہے جہاں بجلی نہیں پہنچی۔ میڈیا کے زوال کا اس سے بڑی وجہ کیا ہوگی کہ ملک کے پہلے اور دوسرے نمبر پر کھڑے ایک بڑے چینل کا اینکر لائیو گفتگو کے دوران نابالغ بیٹی سے پوچھ رہا تھا کہ تمہارے والد نے خودکشی کرلی ہے، آپ کیسا محسوس کررہے ہیں؟ اس کے علاوہ ہر میڈیا پریمی اس سوال سے ضرور چونک گیا ہوگا جس میں ایک خاتون اینکر نے مقتول کی بیٹی سے پوچھا کہ آپ کے والد کے ساتھ آپ کے تعلقات کیسے تھے؟ اب اس سے بڑی شرم کی کیا بات ہوسکتی ہے۔ ایسے سوالات پوچھ کر ہم صحافت کی دنیا میں کیا مقام حاصل کررہے ہیں اور ساتھ ہی معاشرے میں میڈیا کی ذمہ داری کے حوالے سے کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟ اگر میڈیا چاپلوسی کی کڑی سے ہٹ کر ہر خبر کو سنسنی خیز نہ بنا کر درست خبر کو درست شکل میں اور صحیح وقت پر تصدیق کی بنیاد پر عوام کے سامنے پیش کرے تو بلاشبہ ملک کے عوام انہیں اپنی پلکوں پر بٹھا کر رکھیں گے۔

بقیہ: بھارت رتن اور ووٹوں کا جتن ....دو ہفتوں کے بعد پھر تین افراد کو بھارت رتن دیے جانے کا اعلان ہوا۔ سابق وزیرِ اعظم نرسمہا راؤ، سابق نائب وزیرِ اعظم چودھری چرن سنگھ اور ممتاز سائنس داں ڈاکٹر ایم۔ ایس۔ سوامی ناتھن کو بھارت رتن دیے جانے کا اعلان ہوا۔ اِس بیچ سابق نائب وزیرِ اعظم لال کرشن اڈوانی کے لیے بھی بھارت رتن کے اعلانات ہوگئے تھے۔ اِدھر چودھری چرن سنگھ کے نام کا اعلان ہوا، دوسری طرف اُن کے پوتے جینت چودھری نے اِس بات کا اعلان کردیا کہ وہ این ڈی اے کا حصّہ ہیں اور سیاسی طور پر اسمبلی اور پارلیمنٹ کے انتخاب میں اُن کی پارٹی وزیرِ اعظم نریندر مودی کے ساتھ سرگرم رہے گی۔ سیاسی مشاہدین کا کہنا ہے کہ اتر پردیش اور ہریانہ میں سیاسی حلقہ بندی میں چودھری چرن سنگھ کی وراست کے واضح مطالب ہیں اور اُن کی خدمات کا بھارت رتن ایوارڈ کے ذریعہ اعتراف آیندہ پارلیمنٹ اور اسمبلی کے موقعے سے متاثر کُن نتائج کا سبب بن سکتا ہے۔

لال کرشن اڈوانی کی بزرگی واضح ہے مگر وہ اب بھی بھارتیہ جنتا پارٹی کے رہ نما کے طور پر اپنی پہچان رکھتے ہیں۔ اُنھیں یہ اعزاز دے کر حکومت نے واضح کردیا ہے کہ اُسے اپنے سرگرم سیاسی قائدین کو بھی اُنھیں نوازنے سے بھی کوئی گریز نہیں ہے۔ سوامی ناتھن کو شاید اِس لیے بھی چنا گیا ہے کیوں کہ صرف سیاست دانوں کو ایوارڈ دیے جانے کی تہمت لگتی۔ بھارت رتن کے ایوارڈس میں پہلے دن سے سیاسی دخل اور اندرونی یا ظاہری کھیل تماشے شامل رہے۔ ابتدائی دَور میں اِس بات کی آسانی تھی کہ ہندستان کی قومی تحریک کے تپے تپائے سیاسی قائدین برسرِ اقتدار تھے اور جسے لوک لاج کہتے ہیں، اُن میں شامل تھا۔ اِس لیے سیاست دانوں میں بھی اُنھیں چنا جاتا تھا جو عام طور پر سب حلقے کے لیے قابلِ قبول ہوں۔ بھارتیہ جنتا پارٹی نے ۲۰۱۵ء میں مدن موہن مالویے، اٹل بہاری واجپئی اور ۲۰۱۹ء میں ناناجی دیش مکھ کو بھارت رتن ایوارڈ دے کر یہ اعلان کردیا تھا کہ ملک کی بدلتی ہوئی سیاست کے اثرات اِن انعامات پر بھی پڑیں گے۔ اِس بار پی وی نرسمہا راؤ کو بھارت رتن کے لیے منتخب کرنے کے پیچھے بھی وہ سبب موجود ہے کہ اُن کی مدد کے بغیر بھارتیہ جنتا پارٹی کسی بھی قیمت پر پہلی بار اٹل بہاری واجپئی کی قیادت میں حکومت نہیں بنائی ہوتی۔ بابری مسجد کی شہادت کی تاریخ بھی لوگوں کو یاد ہوگی جس موقعے سے نرسمہا راؤ کی سستی اور کہیں نہ کہیں پردے کے پیچھے سے فرقہ پرست طاقتوں کو مضبوط کرنے میں اُن کی خدمات رہی ہیں۔ اُنھیں بھارت رتن دے کر شاید ان احسانات کا بدلہ دینے کی کوشش کی گئی ہو۔

پدم انعامات اور بھارت رتن کے اعزازات کی ساکھ سیاسی داؤ پیچ میں اب متذلذل ہے۔ صرف سیاست دانوں کو ہی نہیں بل کہ دوسرے شعبہ ہائے افراد کو بھی سیاسی اسباب سے ہی ایسے ایوارڈس دیے جارہے ہیں۔ ۲۰۱۴ء میں جب سچن تیندولکر کو بھارت رتن دیا گیا تو لوگوں کے ذہن میں یہ سوال آیا کہ آخر میجر دھیان چند کی عظیم خدمات کا اعتراف کرنے میں کون سی جھجک حکومت کے پیشِ نظر ہے۔ کرکٹ کے میدان میں ہی سچن تیندولکر کے ساتھ کپل دیو، مہیندر سنگھ دھونی اور سنیل گواسکر کے لیے بھی اِسی معیار کے اعزازات کی توقع کی جاتی ہے۔ کچھ موسیقاروں کو بھلے بھارت رتن کے اعزازات ملے اور اچھا ہوا کہ بسم اللہ خاں، لتا منگیشکر اور بھوپین ہزاری کا کو اُن کی زندگی میں ہی اِس طرح یاد کرلیا گیا مگر اب جو اصول بنتے جارہے ہیں، اُن میں کسی حق دار کو اور خاص طور پر سیاست سے دُور رہنے والے افراد کو تو ایسی توقیر کی اُمیّد ہی نہیں کرنی چاہیے۔ اُن لوگوں کے بارے میں تو یہ سوچا ہی نہیں جائے جن کا مزاج حکومت سے ٹکرانے اور اختلاف کرنے کا رہا ہے۔ اُنھیں اِس بات کے بارے میں تو سوچنا ہی نہیں ہے کہ اُنھیں کوئی ایسا اعزاز میسّر آئے گا جو اُن کی حکومت کی طرف سے اُن کی گوں ناگوں خدمات کے اعتراف میں دیا جائے گا۔

دشواری یہ ہے کہ حکومت کی سطح پر ایسے انعامات اور اعزازت کے لیے شفّاف اُصول وضوابط نہیں ہیں۔ مختلف صوبائی حکومتوں، طرح طرح کی تنظیموں اور بڑے اداروں کی طرف سے جو سفارشات ہوتی ہیں، اُن کے معیارات متعیّن نہیں اور شبہات کی جھِل ملی چڑھی رہتی ہے۔ حکومت کے محکموں کے افسران اِن اعزازات کی چھان بین اور اسکروٹنی کرتے ہیں، وہاں اِن گڑبڑیوں میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غیر سفارشی اشخاص کہاں کھو گئے یہ پتا چلنا ناممکن ہوجاتا ہے۔ ایسے میں وزیرِ اعظم، وزیرِ داخلہ اور اِسی طرح کے بااثر افراد کی پسند کے لوگ اور اُن تک سفارشات پہنچانے والے افراد اِس مشق کا پھَل پانے کے حق دار ہوتے ہیں۔ ایسے میں سیاسی لوگوں کا سیلاب آیا ہوا ہے تو کِسے انکار ہوسکتا ہے۔ کچھ برسوں سے ادیبوں اور شاعروں کی گنتی ہر سطح پر گھٹتی جارہی ہے۔ موسیقاروں کا ایک طبقہ غیر سیاسی ہوتا ہے، اِس لیے اُن کے ناموں کے بارے میں تو لوگ غور کرلیتے ہیں مگر اکثر ادیب اور دانش وَر اپنے سیاسی اور سماجی اعتقادات کا کھلے طور پر اظہار کرتے ہیں۔ یہ بات حقیقت ہے کہ وہ بار بار حکومت کے اُصولوں سے ٹکرائیں گے اور نتیجے کے طور پر معتوب قرار دیے جائیں گے۔ اب اِنھیں بھارت رتن کون دے گا، پدم شری تک پر آفت آجاتی ہے۔ ساہتیہ اکادمی کے دروازے پر دستکیں دیتے دیتے شکست خوردگی کے عالَم میں موت کو گلے لگا لینے کے لیے وہ مجبور ہوتے ہیں۔ خدا کرے اِن اعزازات کی پیش کش میں شفّافیت اور پروفیش نلیزم آئے اور کھلے طور پر یہ فیصلہ ہو کہ سرگرم سیاست میں رہنے والے افراد کو اِس فہرست سے بہ ہر طور باہر رکھا جائے۔ ورنہ یہ اعزازات صاحبِ اعزاز اور حکومت دونوں کے لیے کلنک کا ٹیکا ثابت ہوں گے۔

Scanned with CamScanner

اردو زبان میں حمدیہ شاعری

مولانا محمد قمرالزماں ندوی

فارسی شاعری کی طرح اردو شاعری کی بھی بڑی خوش نصیبی ہے کہ اس میں ابتداء ہی سے تمام اصناف سخن میں خالق ارض وسماء کی تعریف وتوصیف کے مضامین ضرور شامل کئے گئے ہیں اور ہمارے شعراء نے خدا کے حضور اپنی بے نوائی اور بے بضاعتی کا اظہار کیا ہے، ہم ذیل میں چند اکابر شعراء عظام کے حمدیہ اشعار مع تعارف پیش کرتے ہیں جنہوں نے خدا کی حمد ومناجات اور اس کی کبریائی کا اظہار اور اس کے سامنے اظہار عجز و بندگی کے ساتھ اپنے ٹوٹے ہوئے دلوں سے بہتے ہوئے اشکوں کے موتی لٹائے ہیں اور حمد ومناجات کے ایسے حسین شہ پارے پیش کئے ہیں جو ٹوٹے ہوئے اور بے تاب دلوں کے عکاس، روح پرور سکوں بخش اور تاثیر سے پُر ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ: حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ۲۲رصفر ۱۲۳۳ھ پیر کے دن نانوتہ میں پیدا ہوئے، آبائی وطن تھانہ بھون ہے، سلسلہ نسب حضرت عمر فاروقؓ سے جاملتا ہے، اگر چہ آپ کا ظاہری علم قلیل تھا، مگر باطنی علوم میں آپ کو علم لدنی حاصل تھا، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (بانی دارالعلوم دیو بند) اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حکیم الامت حضرت تھانویؒ وغیرہم جیسے علماء ربانی کے آپ پیر ومرشد تھے۔

آپ کو اردو، فارسی دونوں زبانوں کی شاعری سے دلچسپی تھی، امداد تخلص تھا، آپ کے کلام کا مجموعہ "درنامہ غم ناک"، "غذائے روح"، "جہاد اکبر"، "نالۂ امداد غریب"، "مثنوی تحفۃ العشاق" اور گلزار معرفت پر مشتمل ہے، آپ کے اشعار کی مجموعی تعداد پانچ ہزار نوسو دس ہوتی ہے۔ ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸۹۶ء کو بروز بدھ بوقت اذان فجر آپ اپنے محبوب حقیقی سے جاملے جنت المعلی (قبرستان مکہ) میں دفن ہوئے۔ آپ کی ایک حمد کے چند اشعار بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں۔

آسرا بے آسروں کا ہے تو ہی — بے سہاروں کا سہارا ہے تو ہی
اس سے زیادہ اب تمنا کچھ نہیں — آستاں تیرا ہو اور میری جبیں
تجھ کو ہی تجھ سے طلب کرتا ہوں میں — اور کی خواہش نہ اب کرتا ہوں میں
دو جہاں سے کر کے مجھ کو بے نیاز — دولت دیدار سے اپنی نواز
کر عطا ایسی تپش دل کو مرے — ماسوا جاناں کے سب کو پھونک دے

مولانا محمد ثانی حسنی ندویؒ: مولانا محمد ثانی حسنی ندویؒ کا تعلق ضلع رائے بریلی کے معروف روحانی مرکز دائرہ شاہ علم اللہ تکیہ کلاں سے تھا، آپ ایک ایسے نامور خاندان کے چشم وچراغ تھے جس نے اسلامی تاریخ کے ہر دور میں دین اسلام کی حمایت میں بڑی قربانی دی ہے، اور ہمیشہ ابتلاء وآزمائش سے بھی دو چار ہونا پڑا ہے، جس کی مثال مجاہد کبیر حضرت سید احمد شہید کی دعوت وتحریک جہاد ہے۔ مولانا موصوف کی طبیعت انتہائی موزوں تھی حمد ومناجات ونعت ان کے محبوب ترین موضوع تھے، ان کی شاعری فقیہانہ یا تک بندی والی نہیں تھی، بلکہ اس میں روانی اور جوش تھا، ترکیبیں چست، بندش مضبوط اور الفاظ نپے تلے، نیز معنویت سے بھرپور ہوتے تھے، ادبی اعتبار سے مولا بڑا پاکیزہ مذاق تھا، ان کے کلام کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ الفاظ کے ذریعے ان کے قلب کی کیفیت نمایاں ہورہی ہے، ان کی مناجاتوں کے مجموعے اور درود وسلام کے گل دستے ان کے شعری ذوق کے آئینہ دار ہیں، نمونہ کے طور پر ان کی ایک حمد اور مناجات کے چار چار بند پیش کررہا ہوں، مولانا مرحوم کے کلام کی روانی، برجستگی اور سوز واثر ملاحظہ فرمائیں۔

اے خدا صاحب عز و جاہ و حشم — صاحب عرش و کرسی و لوح و قلم
بادشاہی تری کو بہ کو یم بہ یم — حمد تری بیاں آج کرتے ہیں ہم
تیرے اللہ و رحمٰن ہیں پاک نام — پاک تیری صفت پاک تیرا کلام

(مناجات)

اے خدا مالک آسمان و زمین — صاحب لوح و کرسی و عرش بریں
ذکر تیرا مبارک حیات آفریں — جانفزا، دل کشاء دلکش و دلنشیں
پاک تیری صفت پاک تیرا ہے نام — تو ہمارا ہے مالک، ترے ہم غلام
ہم کو یارب زبانِ گہر بار دے — ہم کو حسن یقیں، حسنِ کردار دے
صدق و اخلاص دے درد و ایثار دے — چشم بینا دے اور قلب بیدار دے
کر ہمیں خوبرو، خوش دل و خوش کلام — تو ہمارا ہے مالک، تیرے ہم غلام

صوفی عبدالربؒ: جناب صوفی عبدالرب صاحب ایم اے نہایت متدین اور پابند شریعت بزرگ تھے، دین وسنت کے خلاف کسی بھی فعل کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ مولانا شاہ وصی اللہ صاحب جیسی بزرگ ہستی نے ان کے اخلاص کی شہادت یوں دی "صوفی صاحب مخلص آدمی ہیں نیز مولانا محمد منظور نعمانی نے صوفی صاحب کے انتقال کے موقع پر الفرقان میں تحریر فرمایا: "صوفی عبدالرب صاحب اپنے رب کے بڑے وفادار بندے اور مثالی مومن تھے"۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (علی میاں) نے تو ان پر ایک مستقل مضمون پرانے چراغ میں لکھا ہے، حضرت صوفی صاحب کو شعر وسخن کا بڑا اچھا ذوق تھا، اشعار کی روانی و برجستگی، ترکیب و بندش کی چستی اور اصناف شاعری پر بڑی قدرت تھی، غزل، قصیدے نظم مثنوی سب کہتے تھے اور ان کے اس جوہر کے مجذوب صاحب اور جگر صاحب بھی قائل تھے، مجاہدین کے تذکرے میں ان کی تیغ زباں کا جوہر اور نکھر جاتا تھا، شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اور ان کے دبستان علم وفکر اور ان کی دعوت وتحریک پر کہا تھا:

یہی ہے مختصراً حکمت ولی اللہ — تو مدرسہ و خانقاہ اٹھے تو سپاہ

اس ایک شعر میں انہوں نے کتنی بڑی حقیقت اور کیسی طویل تاریخ بیان کردی۔ یہاں نمونے کے طور پر میں ان کی ایک حمد کے چند اشعار نقل کرتا ہوں، قارئین اسے پڑھ کر خود ان کے اشعار کی قدر و قیمت کا اندازہ کریں۔

اے خدا تیری مہک پھیلی ہے گلزاروں میں — اے خدا نور چمکتا ہے تیرا تاروں میں
نام رٹتا ہے ترا باغ کا پتہ پتہ — سنگ ریزے ترا دم بھرتے ہیں کہساروں میں

مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی: عارف باللہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتا بگڑھی کی ولادت پھول پور ضلع پرتا بگڑھ کے ایک معزز علمی گھرانے میں: 1317ھ میں ہوئی مدرسہ کی تعلیم وتربیت سے فارغ ہوتے ہی عشق الٰہی کی چی ں چنگاری آپ کے دل میں پڑی اور رب کریم کی الفت ومحبت کی چاشنی ملی دل میں بے تابی و بے قراری آئی جو رفتہ رفتہ بڑھتی ہی گئی، اس عالم میں رحمت حق نے پھول پور سے چند کوس کے فاصلے پر آپ کو حضرت شاہ بدر علی نامی ایک گلیم پوش بزرگ کی خدمت میں پہونچا دیا، حضرت شاہ بدر علی کی خصوصی بزرگانہ توجہات نے آپ کے باطن میں عشق الٰہی کے شعلے بھڑکا دیئے، مولانا نے اپنی اس کیفیت کا خود ہی اپنے اشعار میں ذکر فرمایا ہے۔

خوشی ہے ان کی خوشی ان کا غم میرا غم ہے — یہ فیض عشق میرے دل کا اب یہ عالم ہے
خوشی کو آگ لگادی خوشی خوشی میں نے — خوشا نصیب کسی کا ملا مجھے غم ہے

مولانا سید ابوالحسنی علی ندویؒ (علی میاں) اور مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ اور دیگر اکابر آپ کو محبت کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۲ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ کو الہ آباد میں وفات ہوئی، آپ کا منظوم کلام عارفانہ رنگ کا حامل اور جذب کیفیت سے پُر ہے اور نا آشناء درد کو آشناء درد اور بسمل کرتا ہے، شروع میں آپ کی طبیعت کا رجحان اس طرف بالکل نہیں تھا لیکن چالیس سال کے بعد خود بخود اشعار کا بکثرت ورود ہونے لگا بسا اوقات ایسی کیفیت ہوتی تھی کہ اشعار کا دریا اٹھنے لگتا، شعار زبانی بولتے جاتے اور دو دو حضرات قلم کاغذ لے کر بیٹھے رہتے اور ان کو ضبط کرتے جاتے اور یہ سلسلہ گھنٹوں تک رہتا، لوگ لکھتے لکھتے تھک جاتے۔ مولانا موصوف کے عارفانہ ومحققانہ منظوم کلام کے مجموعہ "عرفان محبت کے نام سے طبع ہو کر ایک عرصہ افادہ خاص وعام کر رہا ہے۔

حمد تیری اے خدا لم یزل — ہے یہ اپنی زندگی کا ماحصل
تو ہی خالق ہے تو ہی خلاق ہے — تو ہی رب انفس و آفاق ہے

اس حمد کا ایک ایک شعر اور مصرع باری تعالیٰ کی معرفت کا دفتر اور اللہ رب العزت کے علم وحکمت کا خزینہ ہے، اور مقطع کے شعر میں جو دعا ہے وہ یقیناً دعاؤں کا مغز اور خلاصہ ہے اس حمد کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کثرت سے اسماء حسنی مذکور ہیں جو اس کے شرف وفضل کے لیے کافی ہے، اس حمد کا صحیح لطف وہی شخص اٹھا سکتا ہے جو خلوت میں حضور قلب کے ساتھ پڑھے گا۔

حضرت شاہ کمال علی کمالؒ: آخر میں اس سلسلے کو بہار کے ایک گم نام مگر باکمال شاعر حضرت شاہ کمال علی کمال کی حمد ومناجات پر تمام کرنے کو جی چاہتا ہے، بہار کی سرزمین اپنے علمی ودینی کارناموں اور تصوف واحسان کی روحانی عظمتوں کی وجہ سے ہمیشہ ممتاز رہی ہے، اس ریاست کے شہر گیا سے چند میل مغرب وجنوب کے گوشہ میں "حضرت دیورہ" نام کی ایک بستی ہے جہاں حضرت شاہ کمال علی کمال اپنے وقت کے ایک باکمال اور اہل دل بزرگ صوفی شاعر گزرے ہیں آپ کی پیدائش ۱۱۳۰ھ ۱۷۲۰ء اور تاریخ وفات ۷ر جمادی الثانی ۱۲۱۵ھ/۱۸۰۳ء ہے۔ اٹھارہویں صدی کے نصف کا یہ زمانہ جو حضرت شاہ کمال علی کمال کا زمانہ ہے، اس پورے عہد کو اگر اہل دل صوفیاء اور اہل علم ادباء وشعراء کا زمانہ کہا جائے تو شاید غلط نہ ہوگا، ان کی اردو غزلوں کا مجموعہ اور ایک طویل مثنوی اردو شاعری کا بیش بہا نمونہ ہے۔

حضرت کمال علی کمال کی مثنوی پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا طیب عثمانی رقم طراز ہیں "لیکن اردو مثنویوں کے ستاروں کے اس جھرمٹ میں حضرت کمال کی مثنوی مجھے تنہا نظر آتی ہے جس میں مثنوی کی تمام فنی خصوصیات کے باوجود صوری اور معنوی لحاظ سے ندرت پائی جاتی ہے، اور تقریبا دوسو برس قدیم مثنوی ہونے کے باوجود دور جدید میں اقبال کی مثنوی ساقی نامہ کے انداز ومعیار معلوم ہوتی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے، جیسے شاعر اٹھارہویں صدی میں بیسویں صدی کا ذہن ودماغ لے کر پیدا ہوا ہے۔ (بحوالہ مقالات حمد ومناجات، ص۱۲۳) حضرت شاہ کمال صاحب کی ید طویل قلمی مثنوی ۱۹۶۵ اشعار پر مشتمل ہے، مثنوی کا آغاز وتمہید کے چار حمدیہ اشعار سے ہوتا ہے ملاحظہ ہو:

الٰہی تو ہے مطلب تو ہے برہاں — تری ادراک میں عالم ہے حیراں
تری ادراک پر کوئی لادے حجت — کہ عاجز ہیں یہاں سب اہل حکمت
تو ہے ظاہر، تو ہے مظہر جہاں کا — تو ہے موجد بیشک جسم و جاں کا
تجھے ظاہر کوئی کر سکتا ہے آہ — مگر تو آپ ظاہر ہو میرے شاہ

حضرت کمال کے اس حمدیہ مثنوی کا اگر اقبال کے ساقی نامہ سے موازنہ کیا جائے تو زمان ومکان کے تقریباً دوسو برس فرق کے باوجود زبان کی روانی اور برجستگی کے ساتھ فلسفیانہ خیالات کی آمیزش کا دونوں کے یہاں ایک حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ حمد کی سرخی کے تحت ۱۳۲ اشعار میں حضرت شاہ کمال نے حمد ومناجات کے اشعار پیش کئے ہیں جو انتہائی پر کیف و پرسوز اور دلکش اشعار ہیں، ہر شعر کیف وجذبہ سے بھرپور ہے، طبیعت میں جوش اور روانی ہے زبان ایسی سہل آسان اور رواں جیسے اس دور کا کوئی شاعر ہو ملاحظہ ہو:

الٰہی حمد تیری کب بیان ہو — اگرچہ مو بمو تن پر زبان ہو
الٰہی شعلہ کر خاک سیاہ کو — گرا کر اس کاہ پر برق نگاہ کو
الٰہی قفل دل ہے، زنگ بستہ — کلید قفل سے کردے شکستہ
الٰہی دل کو نازک اس قدر کر — کر موج بوئے گل ہو تیغ اس پر
الٰہی غم سے دل بیتاب کر دے — گلزار عشق سے سیماب کر دے

اور اب میں اپنے اس مضمون کو صوفی عبدالرب مرحوم کے اس دعائیہ شعر پر ختم کرتا ہوں اللہ کرے یہی ہم سب کا حال اور قال بن جائے۔

الٰہی ماحصل ہو زندگی کا گفتگو تیری — مرے صوفیؔ تو لے کر یا الٰہی آرزو تیری

Scanned with CamScanner

عیادت و بیمار پرسی

مولانا ظفر احمد صاحب قاسمی

اسلام اچھے اخلاق کی تعلیم دیتا ہے، وہ اپنے ماننے والوں کو اوصاف حمیدہ اور اخلاق حسنہ کی ترغیب دیتا ہے، خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' **بعثت لاتمم مکارم الاخلاق** '' کہ میں بہترین اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا دینی بھائی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے إنما المؤمنون إخوة" (سورہ حجرات) کہ مومنین ایک دوسرے کے بھائی ہیں، اس اخوت اور بھائی چارگی کی تاکید رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول میں ظاہر کی ہے **لا يؤمن أحدكم حتى يحب لأخيه ما يحب لنفسه**،تم میں کا کوئی مؤمن کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز نہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، اس اخوت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ خوشی ومسرت میں شریک کار رہے تو اس کی مصیبت وتکلیف میں بھی اس کا شریک وسہیم بنے اور دونوں حالتوں میں اس کا ساتھ دے۔انسان کی دنیوی زندگی میں خوشی وغم، راحت ومصیبت دونوں کا آنا ضروری ہے۔

خوشی کے ساتھ دنیا میں ہزاروں غم بھی ہوتے ہیں
جہاں بجتی ہے شہنائی، وہیں ماتم بھی ہوتے ہیں

آدمی جب بیمار ہوتا ہے تو اسے مونس وغمخوار کی ضرورت پڑتی ہے، مونس وغمخوار کی موجودگی سے اس کو تسلی ہوتی ہے، اس کی باتوں سے مرض کی تکلیف کا احساس کم ہوتا ہے۔ بیمار کی خبر گیری، اس کی زیارت وملاقات اور حالت دریافت کرنے کا نام عیادت ہے اور یہ انسان کے اچھے اخلاق میں سے ہے، رسول اللہ نے خود مریض کی عیادت کی ہے اور دوسروں کو اس عمل خیر کی ترغیب دی ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے اور میں ایسا بیمار تھا کہ مجھے کچھ عقل وہوش نہ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور اور وضو کا بچا ہوا پانی میرے اوپر ڈالا تو مجھے ہوش آیا۔ (بخاری شریف: ج ۱ص (۲۳) رسول پاک عیادت و بیمار پرسی کرنے میں کسی رتبہ ومرتبہ کا لحاظ نہیں کرتے، وہ چھوٹے بڑے، غریب و مال دار، شہری ودیہاتی ہر ایک کی عیادت فرماتے اور ان کے پاس مزاج پرسی کے لئے جانے میں عار محسوس نہیں کرتے، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی درجہ تواضع تھی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ایک دیہاتی بوڑھے کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور رسول اللہ عیادت کرتے وقت بیمار کو تسلی دیتے اور فرماتے'' **لا بأس طهور إن شاء الله** ''یعنی کوئی حرج نہیں یہ تو ان شاء اللہ گناہوں سے پاکی کا سبب ہوگا۔ (بخاری شریف: ج ۲ص ۴۴۸) نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے لئے رحمت تھے، جہاں وہ مسلمان بیماروں اور اپنے رشتہ داروں کی عیادت فرماتے وہیں یہود، کافر ومشرک کی بھی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک یہودی لڑکا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا ایک مرتبہ وہ بیمار ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لئے اس کے گھر تشریف لے گئے اور اس کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا گویا ان سے اجازت مانگ رہا تھا کہ میں کیا کروں تو اس کے باپ نے کہا'' **اجب ابا القاسم** یعنی ابو القاسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لو تو اس نے اسلام قبول کرلیا اور مسلمان ہوگیا۔ (بخاری شریف: ج ص ۸۴۵)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مہاجرین صحابہ میں سے ہیں جو دین کی خاطر مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے آئے تھے، وہ جب حجۃ الوداع کے موقع پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ مکہ مکرمہ آئے تو سخت بیمار ہوگئے، رسول پاکؐ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے حضرت سعد اپنی زندگی اور اس بیماری سے شفایاب ہونے سے مایوس ہو چکے تھے، انھیں اس بات کا غم تھا کہ ان کی موت مکہ میں ہو رہی ہے جہاں سے انھوں نے اللہ کے لئے ہجرت کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دی، برکت کے لئے پیشانی، چہرہ اور پیٹ پر دست مبارک پھیرا اور دعا کی'' **اللهم اشف سعدا واتمم له هجرته** '' اے اللہ سعد کو شفاء دے اور ان کی ہجرت کو تمام وکمل فرما، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی دعاء حضرت سعد کے بارے میں قبول فرمائی، ان کو شفا نصیب ہوئی اور ان کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی، حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری عیادت کے وقت جو اپنا دست مبارک پھیرا تھا اس کی ٹھنڈک اب تک محسوس کر رہا ہوں، یعنی مرتے وقت تک ان کو اس کا احساس تھا۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس موقع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک درخواست پیش کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس مال بہت ہے اور میرے بعد سوائے ایک لڑکی عائشہ کے کوئی اس کا وارث نہیں ہے، کیا میں اپنا دو تہائی مال راہ خدا میں صدقہ کردوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، پھر انھوں نے کہا اچھا آدھا مال صدقہ کردوں؟ تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقدار سے بھی منع فرمایا، انھوں نے کہا اچھا ایک تہائی صدقہ کردوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اجازت دیدی اور فرمایا'' **و الثلث كثير** '' تہائی بھی بہت ہے۔ (بخاری شریف: ج ۲ص ۵۴۸) احادیث سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت و بیمار پرسی کے وقت کچھ پڑھ کر دم بھی فرماتے تھے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں میں سے جب کسی بیمار پر دم فرماتے تو تکلیف کی جگہ اپنا دست مبارک پھیرتے اور یہ پڑھتے" **اللهم رب الناس اذهب الباس و اشفه وأنت الشافي لاشفاء الاشفائك شفاء ا لا يغادر سقما** " اے اللہ اے لوگوں کے رب تکلیف کو ختم کردے اور اس کو شفاء عطاء فرما، آپ شفاء دینے والے ہیں، آپ کی شفا کے علاوہ کوئی شفاء نہیں، ایسی شفاء عطا فرما کہ کوئی بیماری باقی نہ رہے۔ (مسلم شریف: ج ۲ص (۲۲۲)

مسلم شریف کی ایک دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بھی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت فرمائی اور ان پر دعاء پڑھ کر دم فرمایا، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اے محمد کیا آپ کو بیماری کی شکایت ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ پر یہ دعا پڑھ کر دم فرمایا **بسم الله ارقيك من كل شيء يؤذيك من شر كل نفس اوعين حاسد الله يشفيك بسم الله ارقيك**، یعنی اللہ کے نام سے میں آپ پر دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو آپ کو ایذا دے اور ہر انسان کے شر سے یا حاسد کی نظر بد سے، اللہ آپ کو شفاء دے میں اللہ کے نام سے آپ پر دم کرتا ہوں۔ (مسلم شریف: ج ۲ص ۲۱۹) عیادت و بیمار پرسی ایک اچھی عادت اور نیک خصلت ہونے کی وجہ سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ثواب بیان فرما کر اس کی ترغیب دی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان کسی مسلمان کی صبح کے وقت عیادت کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس پر رحمت بھیجتے ہیں اور جو شام کے وقت عیادت کرتا ہے تو اس پر صبح تک ستر ہزار فرشتے رحمت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھیجتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں ایک باغ مقرر ہو جاتا ہے۔ (مشکوۃ شریف: ص ۱۳۵)

عیادت بیمار کی مزاج پرسی کے لئے ہوتی ہے اس لئے عیادت کرنے والے کو چاہئے کہ ہلکی پھلکی عیادت کرے اور مسنون طریقہ سے بیمار کا حال پوچھ کر جلدی سے رخصت ہو جائے، وہاں اس طرح جم کر نہ بیٹھے کہ بیمار کو اور اس کی تیمار داری کرنے والے کا حرج ہو اور عیادت رحمت کے بجائے زحمت بن جائے، اس میں ثواب کے بجائے گناہ کا اندیشہ ہوا البتہ اگر مریض از خود انشراح قلب کے ساتھ کچھ دیر اور بیٹھنے پر اصرار کرے اور آپ کے پاس وقت میں گنجائش ہو تو ان کی دل جوئی کے لئے بیٹھ جائے، اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو سنت کے مطابق اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۱۴/۱۷۷/۱۴۴۵ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ مدھے پورہ)

شبنم پروین بنت محمد مطیع الرحمٰن مقام پرانی بازار وارڈ نمبر ۴ ر ڈاکخانہ وضلع مدھے پورہ۔فریق اول

بنام

محمد راشد ولد نثار احمد مقام وڈاکخانہ کرانا ضلع ہاپوڑ (یوپی)۔۔۔۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

اس معاملہ میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف عرصۂ چار سال سے نان ونفقہ و جملہ حقوق سے محرومی کی بناء پر ذیلی دار القضاء امارت شرعیہ مدرسہ اسلامیہ مدھے پورہ میں فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہے، لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کو دیں، اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۳ رشوال المکرّم ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۳ راپریل ۲۰۲۴ء روز منگل پر آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹ ربجے دن مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہٰذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت

معاملہ نمبر ۶۳/۳۰۵۹/۱۴۴۵ھ

(متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ دملہ، مدھوبنی)

نازمین پروین بنت عبد الرحیم مقام وپوسٹ پرسونی ابوبکر محلّہ بلاک بسفی ضلع مدھوبنی۔فریق اول

بنام

سرفراز ولد محمد توقیر مقام وپوسٹ پرسونی ابوبکر محلّہ بلاک بسفی ضلع مدھوبنی۔۔۔۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہٰذا میں فریق اول ''نازمین پروین بنت عبد الرحیم'' نے آپ فریق دوم ''سرفراز ولد محمد توقیر'' کے خلاف دار القضا امارت شرعیہ ''مدرسہ اسلامیہ محمود العلوم دملہ'' مدھوبنی میں تقریباً دو سال سے غائب مفقود الخبر ہونے اور جملہ حقوق بشمول نان ونفقہ وحق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعوی دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دار القضا کو دیں۔اور آئندہ تاریخ سماعت ۔۱۱ رشوال المکرّم ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۱ راپریل ۲۰۲۴ء روز ''اتوار'' کو آپ خود مع شواہد وثبوت بوقت ۹/ بجے دن دار القضا ''دملہ'' میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ کا تصفیہ کردیا جائے گا۔فقط۔قاضی شریعت

Scanned with CamScanner

طب وصحت

ذہنی تناؤ

ذہنی تناؤ زندگی کا ایک حصہ ہے، تناؤ پر تحقیق کرنے والے ماہر ڈاکٹر ہانس سیلے کہتے ہیں: "تناؤ سے مکمل نجات موت کی مانند ہے۔ ہر روز چھوٹے موٹے کام کرنے کی تحریک ہمیں کم وبیش تناؤ سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ ’’غیر ضروری تناؤ اگر بیماریاں پیدا کرتا ہے۔ تو دوسری طرف یہ ہماری کارکردگی کو بہتر بنانے اور ہمیں فعال رکھنے کے لیے ناگزیر بھی ہے۔ ایک طویل مدت تک تناؤ میں مبتلا رہنے والے اپنی ساری توانائی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اور زیادہ جسمانی محنت کیے بغیر بھی انسان تھکن سے چور چور ہو جاتا ہے۔ تعمیری تناؤ زندگی میں کامیابی کے لیے مددگار ہوتا ہے، لیکن منفی تناؤ ہماری صلاحیت عمل اور ہماری صحت پر مضر اثر ڈالتا ہے۔ منفی تناؤ ہماری صحت کو کس قدر اور کس طرح متاثر کر رہا ہے۔ اس کو پہنچاننے کے لیے ان علامات پر غور کیا جانا چاہیے۔

علامات: ☆ تنگ مزاجی، بلاوجہ غصہ آنا ☆ یکسوئی میں کمی ☆ قوت فیصلہ سے محرومی ☆ بھلکڑ پن ☆ الجھے ہوئے خیالات جسمانی علامات ☆ پٹھوں میں جکڑن (کندھوں اور کمر درد) ☆ سانس لینے میں بے ترتیبی ☆ ہتھیلیوں میں پسینا آنا ☆ ہاتھ پیر ٹھنڈے پڑ جانا ☆ منہ سوکھنا ☆ چکر آنا ☆ دل کی دھڑکن میں اضافہ ☆ جی گھبرانا ☆ بار بار پیشاب آنا ☆ دست آنا ☆ بے چینی کی وجہ سے ادھر ادھر ٹہلنا ☆ ہاتھوں پیروں میں کپکپاہٹ۔ زیادہ سگریٹ یا شراب پینا ☆ کھانے میں کمی یا زیادتی ☆ نیند میں کمی یا زیادتی ☆ ناخن کترنا ☆ سر کے بال نوچنا ☆ دوسروں سے ملنے جلنے سے اجتناب ☆ صفائی سے بے پرواہی ☆ ڈرائیونگ میں بے پروائی ☆ انگلیاں چلاتے رہنا، منہ بنانا، ہونٹ بجانا وغیرہ ☆ لگاتار بولتے رہنا ☆ کام میں بالکل ڈوب جانا یا پھر بار بار چھٹی لینا۔ اگر مذکورہ بالا علامات ایک طویل مدت قائم رہیں تو ان کے پس پشت تناؤ کی کارفرمائی بھی ہوسکتی ہے۔ معالج سے مشورہ کر لینا چاہیے۔ تاکہ بروقت اس کا تدارک کیا جا سکے۔ طویل مدت تک قائم رہنے والے تناؤ سے مندرجہ ذیل مسائل سامنے آسکتے ہیں۔

بلندفشار خون اور دل کا دورہ؛ تبدیلیوں کے اس دور میں ہمیں بہت سے سمجھوتے جلدی جلدی کرنے ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ اپنے آپ کو ان تبدیلیوں سے کسی تناؤ کے بغیر ہم آہنگ کر لیتے ہیں، لیکن کچھ لوگوں کے لیے یہ آئے دن کی تبدیلیاں تناؤ کا سبب بن جاتی ہیں۔ بلند فشار خون (ہائی بلڈ پریشر یا ہائپر ٹینشن) کا تناؤ سے براہ راست تعلق ہوتا ہے۔ مقابلے اور مسابقت کے اس دور میں ہمیں بہت زیادہ ہوشیار اور محتاط یعنی تناؤ کی حالت میں رہنا ہوتا ہے اور یہ تناؤ بلند فشار خون میں بدل سکتا ہے بلند فشارِ خون کی دیگر وجوہ بھی ہوسکتی ہیں۔ عام حالات میں ہمارا دل ساٹھ تا اسی بار فی منٹ کے حساب سے دھڑکتا ہے، لیکن جسمانی یا ذہنی محنت کے دوران اس کی حرکت 150 تا 200 فی منٹ ہو جاتی ہے۔ تناؤ سے بھی اختلاج ہوسکتا ہے۔ دل کا دورہ طویل مدت تک چلنے والے تناؤ سے خون میں گاڑھا پن آجاتا ہے اور کلاٹ بننے کے امکانات میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے نتیجے میں دل کا دورہ بھی پڑ سکتا ہے۔ **آدھے سر کا درد**؛ سر کے آس پاس کے پٹھے جب تناؤ کے سبب بہت دیر تک دباؤ میں رہتے ہیں تو دردسر کا باعث بن جاتے ہیں۔ آدھے سر کا درد (میگرین) اس سے الگ اور کافی پیچیدہ ہوتا ہے۔ اس میں سر کی کچھ نسیں پہلے سکڑتی ہیں پھر فوراً ڈھیلی پڑ جاتی ہیں۔ میگرین کا درد سکڑتا ہوا سا محسوس ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کا ایک سبب تناؤ بھی ہو۔ مستقل تھکن ہمہ وقت تھکن محسوس کرنا تناؤ کی سب سے عام علامت ہے۔ جسمانی محنت کے بعد تھکن کا احساس درست ہوتا ہے، لیکن جسمانی محنت کے بغیر ہمیشہ تھکن محسوس کرتے رہنے کا سبب تناؤ بھی ہوسکتا ہے۔ **السر**: عموماً اس بیماری میں معدے کی اندرونی جلد چھل جاتی ہے۔ اس کی اہم ترین علامت درد ہے۔ ویسے تو تیزابیت (ACIDITY) کی جلن سے بچنے کے لیے معدہ خود حفاظتی لعابی تہ) میوکس: MUCUS بنالیتا ہے، لیکن تناؤ کی حالت میں میوکس کم ہو جاتا ہے اور تیزابیت (ایسڈ) کی مقدار بڑھتی جاتی ہے۔ نتیجے میں اندرونی جلد چھل جاتی ہے اور زخم معدہ (السر) نمودار ہو جاتا ہے۔ تناؤ عموما اس بیماری کو پیدا نہیں کرتا بلکہ ابھارتا ہے۔ **کمر میں درد**: اندیشہ ہائے دور دراز اور تناؤ کی وجہ سے جسمانی بے چینی اتنی بڑھ جاتی ہے۔ کہ متعلقہ شخص کو بالکل مفلوج کر دیتی ہے۔ اور اگر درد کمر کسی اور وجہ سے ہو تو کسی عزیز کی موت، خانگی مسائل، ملازمت، باہمی تعلقات میں ناخوش گواری وغیرہ سے پیدا ہونے والا تناؤ مرض کی شدت میں اضافہ کر دیتا ہے۔ **الرجی**: یہ سچ ہے کہ صرف تناؤ ہی کی وجہ سے الرجی نہیں ہوتی لیکن تناؤ سے الرجی کا آغاز ضرور ہوسکتا ہے۔ بعد ازاں الرجی خود تناؤ کا سبب بن جاتی ہے۔ زکام کھانسی زکام اور تناؤ کا گہرا تعلق ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ تناؤ زیادہ ہونے کی حالت میں زکام انسان کو جلد اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تناؤ سے جسم کا دفاعی نظام کمزور ہو جاتا ہے۔ نظام ہضم بگڑنے کے دیگر اسباب کے علاوہ تناؤ بھی نظام ہضم کو خراب کرتا ہے۔ **گھبراہٹ**: گھبراہٹ ہماری زندگی کا حصہ ہے۔ ظاہر ہے کہ جب زندگی میں کوئی غیر متوقع مسئلہ سامنے آئے گا تو تھوڑی بہت گھبراہٹ محسوس ہوسکتی ہے۔ یہ گھبراہٹ صحت کی علامت ہے۔ کیوں کہ یہ ہمیں مسائل کو حل کرنے کے لیے تیار کرتی ہے۔ ان حالات میں یہ گھبراہٹ مفید ہے، کیوں کہ یہ ہمیں فعال بناتی ہے اور ہماری کارکردگی میں اضافہ کرتی ہے، لیکن جب یہ گھبراہٹ مستقل قائم رہے یا ایک طویل مدت تک ہم پر مسلط رہے تو اس سے ہمارا اعصابی نظام کمزور ہو جاتا ہے۔ دل کی دھڑکن بڑھ جاتی ہے۔ اور سانس تیزی سے چلنے لگتی ہے۔ منہ سوکھنے لگتا ہے اور پیاس میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ نت نئے اندیشے انگڑائیاں لینے لگتے ہیں۔ اگر اس قسم کی گھبراہٹ اور اندیشوں کو کنٹرول نہ کیا جائے تو صحت خراب ہونا یا دیگر نفسیاتی مسائل کا پیدا ہونا باعث تعجب نہیں۔ افسردگی اور اضمحلال اس دنیا میں کوئی بھی انسان ایسا نہیں ہے جس نے زندگی میں تناؤ کا سامنا نہ کیا ہو۔ ہر ممکن کوشش کے باوجود ہر شے ہماری مرضی کے تابع نہیں ہوتی۔ اس ناکامی کے سبب ہم رنج والم سے دوچار ہوتے ہیں۔ ہم رنج والم کی وجہ سے بد مزاج ہو جاتے ہیں۔ ہماری خود اعتمادی کم ہو جاتی ہے۔ ہم زندگی کے ہر پہلو سے کچھ بے نیاز سے ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ افسردگی ایک طویل مدت تک ہم پر مسلط رہے تو ہماری صحت خراب ہو جاتی ہے، ہم مختلف بیماریوں کے چنگل میں گرفتار ہو سکتے ہیں ہم نفسیاتی امراض کا شکار بھی ہو سکتے ہیں، اس لیے کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم تناؤ کی ان علامات کو بخوبی پہچان لیں اور تناؤ کے تسلط سے نجات حاصل کرنے کے لیے بروقت مثبت کاروائی کریں۔ متوازن غذا اور مناسب ورزش کے ساتھ ساتھ تناؤ کا مقابلہ کرنا سیکھیں۔ آج کا نام نہاد ترقی یافتہ انسان تسخیر مہر و ماہ کے باوجود اپنے من پر قابو نہیں پا سکا ہے اور اس کی آسائشیں، سہولیات بلکہ تمام مادی وسائل اسے تناؤ سے مثبت طور پر نجات نہیں دلا سکے اور وہ آج پہلے سے زیادہ امراض کے چنگل میں ہے۔ فکر میں بنیادی تبدیلی غیر ضروری تناؤ سے نجات دلا سکتی ہے۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیزی ندوی

گیان واپی مسجد میں پوجا کی اجازت پر الہ آباد ہائی کورٹ میں فیصلہ محفوظ

گیان واپی مسجد کے تہہ خانہ میں ہندو پجاریوں کو دی گئی پوجا کی اجازت پر چیلنج کی جانے والی ایک درخواست پر الہ آباد ہائی کورٹ نے اپنا فیصلہ محفوظ کر دیا ہے۔ وارانسی میں کاشی وشوناتھ مندر سے متصل مسجد کے امور کی نگرانی کرنے والی انجمن انتظامیہ کمیٹی کی دائر کردہ درخواست پر جسٹس روہت رنجن اگروال نے سماعت کی؛ اس بات کی جانکاری کمیٹی کے وکیل ایس ایف اے نقوی نے دی ہے۔ نقوی نے مزید کہا کہ ’’معاملے پر سنوائی مکمل ہوگئی ہے اور عدالت نے اپنا فیصلہ محفوظ کر دیا ہے‘‘۔ سپریم کورٹ کی جانب سے وارانسی عدالت کے فیصلے کے خلاف احکامات کی مانگ پر مشتمل درخواست کو مسترد کرنے اور ہائی کورٹ سے رجوع ہونے کے استفسار کے کچھ گھنٹوں بعد ہی 2 فروری کے روز انجمن انتظامیہ مسجد کمیٹی ہائی کورٹ سے رجوع ہوگئی تھی۔ وارانسی کی ضلعی عدالت نے 31 جنوری کو فیصلہ دیا تھا کہ ایک پجاری گیان واپی مسجد کے جنوبی تہہ خانہ میں مورتیوں کی پوجا کریگا۔

نتیش سرکار کو اعتماد کا ووٹ حاصل۔ مہا گٹھ بندھن نے کیا بائیکاٹ

بہار میں نتیش کمار کی قیادت والی نئی حکومت نے اقتدار حاصل کرنے کے 15 دن بعد ایوان میں اعتماد کا ووٹ حاصل کر لیا ہے۔ پہلے بہار اسمبلی میں اعتماد کے ووٹ کو لے کر بحث ہوئی، پھر اعتماد کا ووٹ صوتی ووٹ سے منظور ہوا اور اس کے بعد ووٹنگ کرائی گئی۔ اس دوران اپوزیشن ارکان ایوان سے واک آؤٹ کر گئے۔ ووٹنگ میں نتیش حکومت کے حق میں 129 ووٹ ملے۔ جیسے ہی نتیش حکومت نے ایوان میں اعتماد کا ووٹ حاصل کیا، بہار میں گزشتہ 15 دنوں سے جاری سیاسی کھیل اور قیاس آرائیوں کا خاتمہ ہوگیا۔ دراصل ایوان میں فلور ٹیسٹ سے قبل اپوزیشن یعنی گرینڈ الائنس نے دعویٰ کیا تھا کہ حکومت اقلیت میں ہے لیکن فلور ٹیسٹ میں اپوزیشن کا یہ دعویٰ غلط ثابت ہوا۔ خیال رہے کہ بہار اسمبلی میں ایم ایل اے کی کل تعداد 243 ہے۔ ایوان میں اکثریت ثابت کرنے کے لیے 122 ایم ایل ایز کی حمایت ضروری ہے، لیکن فلور ٹیسٹ میں نتیش حکومت کو اس تعداد سے زیادہ ایم ایل ایز کی حمایت حاصل ہوئی۔

انتخابی بانڈ اسکیم غیر آئینی، منسوخی کا حکم

سپریم کورٹ نے ملک میں سیاسی پارٹیوں کے چندہ جمع کرنے کے لیے 2018 میں شروع کی گئی انتخابی بانڈ اسکیم کو غیر آئینی قرار دیتے ہوئے منسوخ کر دیا۔ چیف جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ اور جسٹس سنجیو کھنہ، جسٹس بی آر گوائی، جسٹس جے بی پاردی والا اور جسٹس منوج مشرا کی آئینی بنچ نے متفقہ طور پر یہ تاریخی فیصلہ دیا۔ اپنے فیصلے میں بنچ نے انتخابی بانڈ جاری کرنے والے بینک، اسٹیٹ بینک آف انڈیا کو بانڈ جاری کرنے سے روکنے کی ہدایت دی۔ مزید برآں، اس نے سیاسی جماعتوں کو یہ بھی ہدایت دی کہ وہ 15 دن کے اندر موصولہ بانڈز واپس کریں جو کیش نہیں ہوئے ہیں۔ ایس بی آئی کو بانڈز سے متعلق تمام تفصیلات تین ہفتوں میں (یعنی 06 مارچ تک) الیکشن کمیشن میں جمع کرانے کی بھی ہدایات دی گئیں۔ عدالت عظمیٰ نے الیکشن کمیشن کو یہ بھی ہدایت دی کہ وہ بانڈز سے متعلق ایس بی آئی سے موصول ہونے والی تفصیلات کو اپنی ویب سائٹ پر ایک ہفتے کے اندر (یعنی 13 مارچ تک) عام کرے۔ اپنے فیصلے میں، آئینی بنچ نے اسکیم کے ساتھ ہی انکم ٹیکس ایکٹ اور اس سے متعلق عوامی نمائندگی ایکٹ میں کی گئی ترامیم کو بھی منسوخ کر دیا۔ سپریم کورٹ نے کہا کہ انتخابی بانڈ اسکیم اپنی مبہم نوعیت کی وجہ سے معلومات کے حق کی خلاف ورزی کرتی ہے۔ اس طرح یہ آئین کے آرٹیکل 19(1)(a) کے تحت آزادی اظہار رائے کے خلاف ہے۔ پانچ ججوں کی آئینی بنچ نے یہ بھی کہا کہ سیاسی جماعتوں کو مالی امداد باہمی فائدے کا باعث بن سکتی ہے اور انتخابی بانڈ اسکیم کالے دھن کو روکنے کا واحد راستہ نہیں ہو سکتی۔ عدالت عظمیٰ نے تین دن کی سماعت کے بعد اپنا فیصلہ 2 نومبر 2023 کو محفوظ کر لیا تھا۔

Volume:64/74,Issue:08 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi, Regd No-BIHURD/4136/61

فی زمانہ لب منصور کا نعرہ ہے یہی
سچ نگل جائیے اور جھوٹ اگلتے رہیے
(ساجد ہوشیار پوری)

جامع مسجد گیان واپی سے کھلواڑ

معصوم مرادآبادی

بنارس کی جامع مسجد گیان واپی کے خلاف جو سازش رچی جارہی تھی، اس میں شرپسندوں کو بڑی کامیابی ملی ہے۔ معاملے کی سماعت کررہے جج نے اپنی سبکدوشی کے آخری دن مسجد کے تہہ خانے میں پوجا پاٹ کی اجازت دے کر بابری مسجد کیس کی یادتازہ کردی ہے۔ بابری مسجد کو متنازعہ بنانے کے لیے بھی یہی سب کچھ ہوا تھا۔ حالانکہ ابھی جامع مسجد گیان واپی میں نماز پر کوئی پابندی نہیں ہے، البتہ عدلیہ اور انتظامیہ کی ملی بھگت سے وہاں جو کچھ ہورہا ہے، اس کے پیش نظر کچھ بعید بھی نہیں ہے۔ گزشتہ جمعہ کو وہاں دوہزار سے زیادہ فرزندان توحید نے نماز جمعہ ادا کی ہے اور مسجد کے تہہ خانے میں پوجا پاٹ کی اجازت دینے کے خلاف اپنا کاروبار بند رکھ کے پرامن احتجاج کیا ہے۔ تمام مسجدوں میں نماز جمعہ کے دوران خصوصی دعاؤں کا اہتمام بھی کیا گیا۔

یہ بات عیاں ہے کہ بابری مسجد کھونے کے بعد مسلمانوں میں جو مایوسی پیدا ہوئی تھی، اسے جامع مسجد گیان واپی کے واقعہ نے اشتعال میں بدل دیا ہے اور مسلمان خود کو ٹھگا ہوا محسوس کررہے ہیں۔ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ عبادت گاہوں کے تحفظ سے متعلق ایکٹ مجریہ 1991 کی وجہ سے اب ان کی وہ تمام مسجدیں محفوظ ہیں، جن پر شرپسندوں کی بری نظریں تھیں اور جن کے بارے میں وہ یہ سراسر جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ انھیں مندروں کو مسمار کرکے تعمیر کیا گیا ہے۔ یہ بات سب پر واضح ہے کہ نومبر 2019 میں جب سپریم کورٹ کی دستوری بنچ نے بابری مسجد کی اراضی ہندوفریق کے سپرد کرنے کا حکم سنایا تھا تو یہ بات بہت واضح طور پر کہی گئی تھی کہ ''عدالت کو اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملا کہ بابری مسجد کسی مندر کو توڑ کر بنائی گئی تھی۔'' لیکن عدالت کے اس فیصلے کے باوجود شرپسندوں کا جھوٹا پروپیگنڈہ آج بھی جاری ہے اور اس پر کوئی روک نہیں ہے۔

جامع مسجد گیان واپی انتظامیہ کمیٹی نے مسجد کے تہہ خانے میں جاری پوجا کو روکنے کے لیے انتظامیہ کمیٹی نے پہلے سپریم کورٹ سے رجوع کیا تھا، لیکن سپریم کورٹ نے کوئی راحت دینے کی بجائے مسلم فریق کو ہائی کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹانے کا حکم دیا۔ جب اس معاملے میں ہائی کورٹ سے رجوع کیا گیا تو اس نے بھی تکنیکی بنیاد پر پوجا کے خلاف عبوری حکم جاری کرنے سے انکار کردیا۔ حالانکہ ان دونوں ہی بڑی عدالتوں کے پاس اس پوجا کو روکنے کا جواز موجود تھا اور وہ عبادت گاہوں کے تحفظ سے متعلق ایکٹ کا حوالہ دے کر ایسا کرسکتی تھیں، لیکن بنارس کے ضلع جج کی طرف سے مسجد کی بے حرمتی کی بنیاد ڈالنے کا سدباب نہیں کرنے کی بجائے تکنیکی بنیادوں پر مسلم فریق کی بات نہیں سنی گئی۔

یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ مسلمان شروع سے ہی عدالتوں پر اعتبار کرتے چلے آئے ہیں۔ حالانکہ فریق مخالف نے عدلیہ کے مقابلے میں ہمیشہ آستھا کو ترجیح دی ہے۔ ایودھیا تنازعہ میں بھی مسلمانوں نے عدالت کا فیصلہ تسلیم کرنے کی بات کہی تھی، اس لیے اس پر فیصلے پر کوئی احتجاج نہیں کیا گیا۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ عدالتیں قانون اور انصاف کے خلاف فیصلے صادر کریں اور مسلمان خاموش تماشائی بنے رہیں۔ مسلمانوں کو اس ملک کے دستور نے مکمل مذہبی آزادی فراہم کی ہے۔ اگر کوئی اس پر شب خون مارتا ہے تو پہلی ذمہ داری ان لوگوں کی ہے جنھوں نے دستور کے تحفظ کا حلف اٹھایا ہے۔ جامع مسجد گیان واپی کے معاملے میں ضلع جج اجے کرشن وشویش نے انصاف کی روح کے خلاف شروع سے جو رویہ اختیار کیا، وہ یقیناً ناقابل فہم ہے۔ پہلے مسجد کی حوض میں موجود فوارے کو نام نہاد 'شیولنگ' قرار دینے کی سازش کو پایہ تکمیل تک پہنچایا گیا۔ اس کے بعد مسجد کے تہہ خانے میں پوجا پاٹ کی اجازت دے دی گئی اور یہ کام دوسرے فریق کو سنے بغیر بہت عجلت میں انجام دیا گیا، جبکہ انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ کوئی بھی فیصلہ ایک فریق کو سن کر صادر نہیں کیا جاسکتا۔ ظاہر ہے اس سے عدالتوں پر مسلمانوں کا اعتماد کمزور ہوا ہے، جس کا اظہار مسلم قیادت نے بھی اپنی مشترکہ پریس کانفرنس میں کیا ہے۔ انھوں نے اس معاملے میں صدر جمہوریہ اور چیف جسٹس آف انڈیا سے رجوع ہونے کا بھی فیصلہ کیا ہے۔

اس معاملے میں بنارس ضلع انتظامیہ کے رویہ کو دیکھ کر بھی اندازہ ہوتا ہے کہ سب کچھ ایک طے شدہ سازش کے تحت ہورہا ہے۔ کیونکہ عدالت نے ضلع انتظامیہ کو مسجد کے تہہ خانے میں پوجا پاٹ کے انتظامات کرنے کے لیے ایک ہفتہ کی مہلت دی تھی، لیکن انتظامیہ اس معاملہ میں اتنا سرگرم تھا، کہ اس نے فیصلہ سنائے جانے کی رات کو ہی وہاں پوجا کے سارے انتظامات کردیئے اور لوہے کی ریلنگ توڑ کر پوجا شروع کرادی گئی۔ واضح رہے کہ جس عدالت نے مسجد کے تہہ خانے میں پوجا کی اجازت دی تھی، اسی نے اے ایس آئی سے مسجد کا سروے بھی کرایا تھا۔ تین مہینے کے سروے کے بعد جو رپورٹ عدالت کو سیل بند لفافہ میں سونپی گئی تھی، اسے طشت ازبام کرنے کا حکم بھی مذکورہ جج نے دیا تھا۔ جج اجے کرشن وشویش نے اس معاملے میں جو تابڑتوڑ فیصلے سنائے ہیں، انھیں دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ وہ اسی کام پر مامور کئے گئے تھے، اسی لیے انھوں نے اپنی اور اپنے عہدے کی مریادا کا بھی پاس نہیں رکھا۔

پچھلے ہفتہ ہی آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا کی رپورٹ میں جامع مسجد گیان واپی کے نیچے ایک بڑے مندر کا ''انکشاف'' کرتے ہوئے کہا گیا تھا کہ یہ مسجد سترہویں صدی میں ایک بڑی مندر کو منہدم کرکے بنائی گئی تھی اور اس کی تعمیر میں مندر کے باقیات استعمال ہوئے تھے۔ اس سروے کی رپورٹ منظر عام پر آنے کے بعد فرقہ پرستوں نے مسجد ہندوؤں کو سونپ دینے کا مطالبہ کیا تھا۔ اس معاملے میں عدالت نے جس عجلت اور جانبداری کے ساتھ فیصلے صادر کئے ہیں، اس سے اندازہ ہوگیا تھا کہ سب کچھ ٹھیک نہیں ہے اور فرقہ پرست طاقتیں عدالت کے راستے سے جامع مسجد گیان واپی کو بھی بابری مسجد کی طرح ہڑپنے کی کوششیں کررہی ہیں۔ ہمیں نہیں معلوم کہ آنے والے دنوں میں حالات کیا کروٹ بدلیں گے اور جامع مسجد گیان واپی کا مستقبل کیا ہوگا، لیکن اتنا ضرور ہے کہ مستقبل میں ایودھیا جیسے خطرناک تنازعات کو روکنے کے لیے 1991 میں عبادت گاہوں کے تحفظ کے لیے جو ایکٹ بنایا گیا تھا، وہ اس وقت کالعدم معلوم ہوتا ہے۔ اس ایکٹ میں کہا گیا تھا کہ جو عبادت گاہ ملک کی آزادی کے وقت جس حالت میں تھی، اس کی وہی حالت برقرار رہے گی اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکے گی۔ اس ایکٹ کو بنانے کا واضح مقصد یہ تھا کہ مستقبل میں بابری مسجد، رام جنم بھومی جیسے خطرناک تنازعات کو پیدا ہونے سے روکا جائے، لیکن جامع مسجد گیان واپی کے معاملے میں وارانسی کی عدالت نے اس ایکٹ کو پس پشت ڈال کر جو فیصلے صادر کئے ہیں، وہ حیرت میں ڈالنے والے ہیں اور ان کے پیچھے ایک بڑی سازش کارفرما نظر آتی ہے۔

بابری مسجد ہاتھوں سے نکلنے کے بعد مسلمانوں میں جو مایوسی پیدا ہوئی تھی، اسے جامع مسجد گیان واپی کے معاملے نے مزید اشتعال اور پژمردگی میں بدل دیا ہے۔ تاریخی مسجدوں اور مزاروں کے ساتھ حکومت کی مشنری جو ظالمانہ سلوک کررہی ہے، اس سے پریشانیاں بڑھنے لگی ہیں۔ گزشتہ ہفتہ دہلی کے مہرولی علاقہ میں ڈی ڈی اے بلڈوزروں نے 600 سال پرانی اخوند مسجد ناجائز تعمیرات کے نام پر منہدم کردی تھی۔ حالانکہ یہ معاملہ عدالت میں زیرسماعت تھا، لیکن اس کی بھی پروا نہیں کی گئی۔ تاریخی مسجدوں اور مزاروں کے خلاف جو منصوبہ بند مہم چل رہی ہے، اس کا ایک ہی مقصد معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ اس ملک سے مسلمانوں کی تاریخ اور تہذیب کا نام ونشان مٹادیا جائے۔ آئے دن کسی نہ کسی تاریخی مسجد کے نیچے مندر تلاش کرنے کی مہم شباب پر ہے۔ اس خطرناک مہم کا انجام کیا ہوگا، کسی کو نہیں معلوم۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ اگر یہی طے کرنا ہے کہ کس نے کتنی تاریخی غلطیاں کی ہیں اور کون کون سی عبادت گاہوں کو توڑ کر دوسری عبادت گاہیں تعمیر کی گئی ہیں تو اس کے لیے تاریخ کے پہیئے کو الٹا گھمانا ہوگا، جس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ بدھ مذہب کے پیروکاروں کا دعویٰ ہے کہ چوراسی ہزار سے زیادہ بدھسٹ وہار اور مجسموں کو راجاؤں نے منہدم کیا۔ اسی طرح جین مذہب کے پیروکار کہتے ہیں کہ ہزاروں جین مندروں کو ہندو مندروں میں تبدیل کردیا گیا اور تقریباً تمام ہی ہندو زیارت گاہیں ایک زمانے میں جین مندر ہوا کرتی تھیں۔

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں - رابطہ اور واٹس ایپ نمبر 9576507798
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ (محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب)

WEEK ENDING-19/02/2024, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,
نقیب قیمت فی شمارہ -/8روپے ششماہی -/250روپے سالانہ -/400روپے
Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421,9304022690